رویتِ ہلال



fb.com/ilmetauqeet

تصنیف

مفتی اعظم پاکستان **مفتی منیب الرحمٰن**

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

رویتِ ہلال

تصنیف

مفتی اعظم پاکستان

مفتی منیب الرحمٰن

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

دار العلوم نعیمیہ، کراچی

نام کتاب ...... رویت ہلال

مصنف ...... مفتی منیب الرحمٰن

نظر ثانی و تصحیح ......

ناشر ......

تزین و آرائش ......

ٹائٹل ڈیزائن ......

کمپوزنگ ...... الناصر پبلی کیشنز و مکتبہ نعیمیہ کراچی

صفحات 108

اشاعت ...... اپریل ۲۰۱۸ء

قیمت ......

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

فون نمبر: +92 332 3531226

fb.com/ilmetauqeet

e-mail:ilmetauqeet@gmail.com

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِی الۡقُرۡآنِ الۡکَرِیۡمِ:

(1)''یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ ؕ قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ،(البقرہ:189)''،(2)''اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ، (الرحمٰن:5)''،(3)''وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿ؕ۳۸﴾ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَکُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾ ،(یٰس:40-38)''۔

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ:

(۱)''صُومُوا لِرُؤْیَتِہِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْیَتِہِ فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُم فَأَکْمِلُوا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلَاثِینَ،(صحیح البخاری:1909)''۔

(2)''لَا تَصُومُوا حَتَّی تَرَوُا الْہِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّی تَرَوْہُ فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوا لَہُ،(صحیح البخاری:1906)''۔

(3)''إِنَّا أُمَّۃٌ أُمِّیَّۃٌ، لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّہْرُ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا، یَعْنِی مَرَّۃً تِسْعَۃً وَعِشْرِینَ، وَمَرَّۃً ثَلَاثِینَ(صحیح البخاری:1913)''۔

زیرِنظر کتاب بعنوان:''رویت ہلال''مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین وصدر تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے دارالافتاء میں ملک وبیرون ملک سے رویتِ ہلال کی بابت آنے والے سوالات کے جوابات میں جاری کردہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاویٰ مفتی صاحب کے مجموعۂ فتاویٰ (دس مجلدات) کے مختلف حصوں میں متفرق طور پر موجود ہیں، اس لیے بعض مقامات پر آپ کو تکرار بھی نظر آئے گا، قارئین کرام اس پسِ منظر کو ذہن میں رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ رویتِ ہلال سے متعلق دو اخباری کالموں کو بھی اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے اور آخر میں''کیا ۷۸۶ لکھنا صحیح ہے''کے عنوان سے ایک مدلل فتویٰ بھی اس میں شامل کیا گیا ہے،(ادارہ)۔

فہرست

اسلامک ایجوکیشن انٹرنیشنل برطانیہ کی جانب سے

رویتِ ہلال کے مسئلے پر استفسار

سوال:

بصد ادب گزارش یہ ہے کہ اسلامی مہینوں کی ابتدا اورانتہا نئے چاند کے دیکھنے پر منحصر ہے ۔ تاجدار ِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کرآج تک دنیا بھر کے مسلمانوں کا اسی پرعمل رہا ہے۔سعودی عرب عیدین، حج اور رمضان کا اعلان کرتے وقت دعویٰ کرتا ہے کہ وہاں پرلوگوں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے جب کہ ماہرینِ فلکیات کے کسی بھی معیار کے مطابق اس روز چاند کا انسانی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔اس کے علاوہ دنیا بھر کے وہ اسلامی ملک جہاں رویتِ عینی کا پورا اہتمام ہوتا ہے، وہاں بھی یہ سارے دن ایک دن بعد شروع ہوتے ہیں ۔اس کے باوجود مغربی مما لک میں بعض اہل حدیث ،مسلکِ دیوبند کے پیروکار اور عربوں کے زیرِ اہتمام مساجد ان کی پیروی میں ان مقدس دنوں کا اعلان کرتی ہے ۔اہل سنت کا ایک طبقہ اور چند دوسرے افراد اس کی مخالفت کرتے ہیں۔لہٰذا رمضان کی ابتدا اور اور عیدیں ایک دن نہیں ہو پاتیں اور ہر شہر میں کبھی دو اور کبھی تین عیدیں ہوتی ہیں ، اسی طرح عرب ریاستیں بھی سعودی عرب کی پیروی میں نئے اسلامی مہینے کی ابتدا کا اعلان کردیتی ہیں ۔سعودی عرب کی پیروی میں اس سال کئی عرب ملکوں نے عید الفطر کا اعلان کیا۔

مثلاً اس بار 4دسمبر 2002 کو ابزرویٹری کے مطابق پوری دنیا میں کہیں بھی چاند نظر آنے کا امکان نہیں تھا۔ لندن میں 4دسمبر 2002 کو سورج 3:54 پر غروب ہوا اور 3:56 پر چاند غروب ہوا،سعودی عرب ہمارے مشرق میں ہے، اگر وہاں پر چاند نظر آئے تو مغرب میں چاند نظر آنا یقینی ہے،مگر سعودی عرب نے 5دسمبر کی عید کا اعلان کیا ہے، میری گزارش یہ ہے:

ا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ سعودی عرب کے اس اعلان کو صحیح مان لیا جائے اور اس کے مطابق عید کا اعلان کر کے یہ ذمہ داری ان پر ڈال دی جائے ، کیونکہ وہ مسلمان ملک ہے اور مسلمان کے بارے بدظنی نہیں کرنی چاہیے۔

عام تاثر یہ ہے کہ سعودی عرب میں شرعی شہادت کے تحت اعلان ہوتا ہے ،حالانکہ ان کے ہاں نئے چاند کی پیدائش پر نئے مہینے کا اعلان ہوتا ہے، اس کا ثبوت میں روانہ کرر ہا ہوں ۔ وہ شہادت لیتے ہیں لیکن اس کی تحقیق نہیں کرتے ، کسی جگہ کا کوئی شخص بھی اگر وہاں کے امام کو یہ بتائے کہ میں چاند دیکھا ہے تو وہ مرکزی رویت ہلال کو اطلاع دے

دیتا ہے اور اسی گواہی کی بنا پر نئے مہینے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

2۔ کیا آبزرویٹری کی معلومات پر اعتماد صحیح ہے کہ اس اعتماد کی وجہ سے ایک مسلمان ملک کی رویت کے اعلان کو نہ مانا جائے۔

3۔ اسلامی مہینوں کی ابتدا پہلے کرنے والے اپنے تحفظ میں ایک نیا موقف متعارف کرا رہے ہیں اور وہ ہے چاند کے موجود ہونے کا۔ ان کی وضاحت کے مطابق رویت ،علم کے معنی میں ہے اور چاند سے مراد مطلق چاند ہے۔ لہٰذا نیا چاند اگر سورج کے غروب ہونے کے بعد چند لمحات کے لئے بھی موجود رہے، تو اگلا دن نئے مہینے کا پہلا دن ہوگا۔ بلکہ اہل سنت کی ایک معروف شخصیت کی جانب سے اس میں مزید وسعت آ رہی ہے، ان کا دعویٰ ہے: ''اگر رات 12 بجے تک بھی چاند کی پیدائش ہو جائے تو اگلا دن پہلا ہوگا''۔

یہ استحسان ضرورت ہے اور ضرورت مسلمانوں کا اتحاد ہے۔ رویت علم کے معنی میں ہے اور چاند سے مطلق چاند مراد ہے، چاہے وہ نظر آنے کے قابل ہو یا نہ ہو، جبکہ اس موقف کو صرف ان کے اداروں نے اپنایا ہے، ان کے علاوہ ایک بھی مسجد نے نہیں اپنایا۔ کیا صرف چاند کی پیدائش یا سورج غروب ہونے کے بعد چاند کے وجود کی بنیاد پر اسلامی مہینے کی ابتدا کرنا صحیح ہے؟۔

کیا زمانہ رسالت سے لے کر آج تک کسی عالمِ دین نے رویتِ ہلال کا یہ معنیٰ لیا ہے؟، اگر لیا ہے تو اس کی طرف راہنمائی کی جائے۔ کیا امت کے اتحاد کے لیے اور لوگوں کی بے چینی کو دور کرنے کے لئے اس معنیٰ کو لینے کی کوئی معمولی سی گنجائش ہے؟۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس افتراق سے اسلام کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے اور کفار کی جانب سے خاص طور پر تعلیمی اداروں میں اور عمومی طور پر نوجوان نسل کو دین سے متنفر کیا جا رہا ہے اور وہ متنفر ہو رہے ہیں۔

4۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر یہ ایک وزنی اعتراض ہوتا ہے کہ کیا سعودی عرب لاکھوں اہل اسلام کا فریضہ حج فاسد کر رہے ہیں، مخالفین کے پاس یہ ایک مضبوط عوامی دلیل ہوتی ہے کہ حج کے دوسرے دن عید الاضحیٰ ہوتی ہے اور یہ منوانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ سعودی عرب اکثر اعلان غلط کرتا ہے۔

احقر العباد بھی اس ضمن میں سخت الجھن میں ہے کہ کیا واقعتاً حج فاسد ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے نظریہ کے مطابق وقوفِ عرفہ 9 کی بجائے 8 ذی الحجہ کو ہو رہا ہے، ہر سال پوری دنیا سے بڑے بڑے علماء حج پر آتے ہیں تو اس مسئلہ کو کیوں نہیں اٹھاتے؟، اس خاموشی کی بنیاد کیا ہے؟، یہ مسئلہ تو حکومتی سطح پر بھی اٹھایا جا سکتا ہے، کبھی کسی نے اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

ہمارے چند علمائے کرام نے یہ تو وضاحتیں اپنی کتابوں میں لکھی ہیں کہ اگر ایک آدمی پاکستان سے سعودی عرب جائے، پاکستان میں روزہ ہوا اور وہاں عید ہو، تو وہ کیا کرے یا کوئی آدمی سعودی عرب سے عید کے دن چلے اور پاکستان میں روزہ ہو تو کیا کرے، یہ نہیں لکھا کہ سعودی عرب کا اعلان غلط ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی وضاحت کے بعد اس مسئلہ کا کوئی حل نکل آئے، اگر ایسا ہوا تو یقینا ساری امت آپ کو دعائیں دے گی، وگرنہ عند اللہ تو بہر صورت آپ کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔

آپ سے گزارش ہے کہ اپنا جواب آسان ترین الفاظ میں لکھیں تا کہ عام لوگ اس کو سمجھ سکیں، میری آپ سے یہ بھی گزارش ہوگی کہ اپنے جواب میں کسی شخصیت یا کسی جماعت پر ذاتی تنقید نہ کریں، کیونکہ اس سے مزید الجھاؤ پیدا ہوگا۔

مجھے اس بات کا مکمل احساس ہے کہ ان ساری گزارشات کی توضیحات پر آپ کا کافی وقت صرف ہوگا اور آپ کی دینی اور مسلکی مصروفیات اور معمولات میں رکاوٹ ہوگی، لیکن واللہ اس مسئلے کی بنیاد پر مسلمانوں کا وقار نہ صرف مجروح ہو رہا ہے، بلکہ نفرتوں میں تبدیل ہو رہا ہے۔ آپ کی راہنمائی مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس گزارش کی اہمیت کے پیش نظر اس سلسلہ میں ضرور رہنمائی فرمائیں گے اور جس قدر جلد ممکن ہوا اپنی تحقیق سے نوازیں گے۔

نوٹ: آپ کی معلومات اور اپنی تشویش کے ثبوت کیلئے بعض دستاویزات کے اقتباسات بھی منسلک ہیں۔

خادم العلم والعلماء

ساجد الہاشمی

160-162, Grey Street, Burnley, Lancashire, BB10 1PX, England

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّاب

قرآن وحدیث میں چاند کے بارے میں جو نصوص ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند ساکن اور جامد نہیں ہے بلکہ متحرک ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱): "اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ".

ترجمہ: "سورج اور چاند (اپنی گردش میں) ایک حساب اور ضابطے کے پابند ہیں، (الرحمٰن: 5)"۔

(2): "وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝"

ترجمہ:"اورسورج اپنی قرارگاہ (محورومدار) پررواں دواں ہے، یہ ایک غالب علیم ہستی کا طے کردہ (نظام) ہےاور چاند کے لیےہم نے منزلیں مقرر کررکھی ہیں، یہاں تک کہ لوٹ پھر کروہ کھجور کی پرانی شاخ کی مانند ہوجاتا ہے، نہ سورج کی مجال کہ وہ (چلتے چلتے) چاند کوجا پکڑےاورنہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے،اور ہر ایک (اپنے) مدار میں تیر رہا ہے،(یٰس:40-38)"۔

(۳)"وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ"۔

ترجمہ:"اوراس نےسورج اور چاندکوتمہارے لئےمطیع کردیا کہ وہ مسلسل رواں دواں رہیں،(ابراہیم:33)"۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند اللہ تعالیٰ کےحکم سے متحرک ہے،اس کا مداروکور اور منزلیں مقرر ہیں،اس کا یہ سفرخودسری کانہیں ہےاورنہ ہی بےہنگم ہے، بلکہ ایک سسٹم،ڈسپلن اورنظام کے تابع ہے۔

یہ آیات مبارکہ آیاتِ تشریع تونہیں ہیں بلکہ آیاتِ تکوین اور تذکیر وموعظت ہیں،لیکن بہرکیف ان سے یہ منشائے ربانی واضح طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ چاند کامحورومدار،حرکت ورفتاراورمنازل قادرمطلق کی جانب سے متعین ہیں اور اس تقدیر الٰہی سے کسی کوسرموانحراف کی مجال نہیں ہےاورموجودہ دور میں سائنسی علوم اورآلات کے ذریعے انسان نے تیقن یا کم ازکم ظنِ غالب کی حدتک اس علم کو حاصل کرلیا ہےاورفقہائے اسلام نے اس اصول کوتسلیم کیا ہے کہ مسائل واحکام شرعیہ کےاستنباط واخراج اوراطلاق میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی آرا سےاستفادہ کرنا چاہیے،اس کی دومثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) فقہائے احناف نے اس مسئلہ پر امکانی بحث کی ہے کہ احلیل ذکر سے پانی یا مائع داخل کردیا جائےتو روزہ فاسد ہوگا یانہیں؟۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ روزہ فاسدنہیں ہوگا ،امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ روزہ فاسد ہوجائے گا اور امام محمد مضطرب الخیال ہیں یعنی کوئی حتمی اور قطعی رائے قائم نہیں کر پائے ، یہ اختلاف اس امر پر مبنی ہے کہ آیا"احلیلِ ذکر"اورجوفِ معدہ کےدرمیان منفذ (یعنی کوئی روٹ یانالی) ہے یانہیں۔

امامِ اعظم کا خیال یہ تھا کہ منفذنہیں ہے بلکہ درمیان میں مثانہ ہےاور پیشاب اس سےمترشح ہوکرآتا ہےاور امام ابویوسف کا خیال تھا کہ منفذ ہے اور ان دونوں ائمہ کا اس مسئلے میں اختلاف (یعنی ایک کےنزدیک اس عمل سے روزے کا نہ ٹوٹنااوردوسرے کےنزدیک ٹوٹ جانا) اسی اختلاف پر مبنی ہے۔امام محمد نے پہلے امام اعظم کےقول سے

اتفاق کیا، پھر امام ابو یوسف کےقول کی جانب ان کی رائے مائل ہوئی اور آخر عمر میں توقف فرمالیا، یعنی کوئی قطعی رائے قائم نہ کرسکے، کیونکہ اصولی طور پر یہ اختلاف فقہی نہیں ہے، فقہی اصول تینوں ائمہ احناف کے درمیان متفق علیہ ہے، بلکہ یہ مسئلہ ''عِلم تشریح الاعضاء'' (ANOTOMY) کا ہے، یعنی ماہرین طب نے طے کرنا ہے اور اس وقت تک ''علم تشریح الاعضاء'' نے اس حد تک ترقی نہیں کی تھی، جس مقام پر آج ہے۔

(ملخصاً البنایہ فی شرح الہدایۃ، جلد نمبر ۳، ص ۶۸۵۔ ۲۸۴، دارالفکر، بیروت)

(۲) اسی طرح ہمارے قدیم فقہا کا خیال تھا کہ کان سے جوفِ دماغ تک منفذ ہے، لہٰذا انہوں نے مسئلہ مستنبط کیا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اب ماہرینِ علم تشریح الاعضاء (Anatomist) نے بتایا کہ کان سے جوفِ معدہ یا دماغ تک کوئی منفذ (Route) نہیں ہے۔

میں تقریباً تین سال سے اس مسئلے پر اخبارات ورسائل میں لکھ رہا ہوں کہ اس قدیم مسئلے کی تصحیح ہونی چاہیے۔ گزشتہ سال دارالعلوم کراچی کے علماء نے الحمدللہ بالاتفاق اسے تسلیم کرلیا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا ہمیں ''رویتِ ہلال'' کے مسئلے پر بھی ماہرین موسمیات وفلکیات کے علم سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے، لیکن اس کی حدود کیا ہوں، یہ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے گا، پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ صریح ارشادات ملاحظہ کیجیے:

(۱) ''لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ''۔

ترجمہ: ''جب تک چاند نہ دیکھ لو، روزہ نہ رکھو (یعنی آغازِ رمضان نہ کرو) اور (شوال کا) چاند دیکھے بغیر روزۂ (رمضان) نہ چھوڑو، (مشکوٰۃ:1969)''۔

(۲) ''لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ''۔

ترجمہ: ''اور (رمضان کا) چاند دیکھے بغیر روزہ (رمضان) شروع نہ کرو اور (شوال کا) چاند دیکھے بغیر (رمضان کا) روزہ نہ چھوڑو، اگر مطلع ابر آلود ہو (اور چاند نظر نہ آئے) تو تیس کا مہینہ پورا کرو، (مشکوٰۃ:1969)''۔

(۳) ''صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غم عَلَيْكُم فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ''۔

ترجمہ: ''(رمضان کا چاند) دیکھ کر روزۂ (رمضان) شروع کرو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر اختتامِ رمضان کرو، اگر تم پر مطلع ابر آلود ہوجائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو، (مشکوٰۃ المصابیح:1970)''۔

یہ احادیثِ مبارکہ رویتِ ہلال کے بارے میں ''تشریعی نصوص'' ہیں اور ہم شرعاً ان پر عمل کے مکلّف ہیں، لہٰذا ہر قمری مہینے کا آغاز ''رویتِ ہلال'' پر ہی مبنی ہوگا، محض ماہرینِ فلکیات کی رائے پر فیصلہ نہیں ہوگا، تاہم ''شہادتِ رویت'' کے ردّ وقبول میں ان کی رائے سے استفادہ کیا جائے گا، کیونکہ علی الاطلاق کوئی بھی شہادت حجت لازمہ وملزمہ نہیں ہوتی۔

چاند تو مدار میں ہر وقت موجود ہے، لیکن قمری ماہ کی 29 تاریخ کو اگلے ماہ کا چاند نظر آنے یا نہ آنے کے حوالے سے ماہرین فلکیات کے معیارات امکانِ رویت کے اعتبار سے متعین ہیں، قمری مہینے کی 29 تاریخ کو چاند کا ظہور و نمود اگر ہے تو اسے اصطلاحاً پیدائش (Birth) سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ چاند ویسے تو مدار میں ہمیشہ موجود رہتا ہے، معدوم کبھی نہیں ہوتا، لیکن زیر بحث مسئلہ اس کے مطلع پر ظہور و نمود سے متعلق ہے، لیکن بعض اوقات Birth Of Moon کے باوجود امکانِ رویت (Visibility) نہیں ہوتا، اس کے لیے چاند کی عمر، درجہ، غروبِ آفتاب کے بعد اس کی بالائے افق مدت، زاویہ وغیرہ، کئی Parameters ہیں۔ ان کی روشنی میں کبھی ''امکانِ رویت'' بالکل نہیں ہوتا، کبھی بالکل نمایاں اور واضح ہوتا ہے اور کبھی خفیف سا ہوتا ہے کہ نظر آ بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔

میں بحیثیت چیرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان اور ہمارے اراکین جب امکانِ رویت بالکل نہ ہو اور شہادت آجائے تو اسے دقتِ نظر سے پرکھتے ہیں اور بالآخر وہ خود ہی رجوع کر لیتا ہے، جب امکانِ رویت خفیف یا خفیف ترین ہو تو بھی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور الحمدللہ گزشتہ دو سالوں سے پاکستان میں یہ مسئلہ متفقہ طور پر حل ہو رہا ہے اور عیدین یا اعیادِ متعددہ کی روایت دم توڑ رہی ہے، بس اس میں تھوڑی سی استقامت اور عزیمت کی ضرورت ہے۔ یہاں میں یہ بھی عرض کردوں کہ میں گزشتہ پچیس سال سے کسی نہ کسی حیثیت سے ''رویت ہلال'' کے نظام سے متعلق رہا ہوں، ہمیں محکمۂ موسمیات سپارکو اور بعض اوقات نیوی کے ماہرین کی خدمات میسر ہوتی ہیں، لیکن آج تک ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ باہر کھلی آنکھ (Naked Eye) سے چاند نظر نہ آیا ہو اور صرف دوربین سے نظر آیا ہو، چاند جب مطلع پر قابل دید (Visible) ہوتا ہے تو دوربین سے بھی نظر آتا ہے اور کھلی آنکھ سے بھی نظر آتا ہے۔

یو۔کے، کے استفتاء میں جو یہ مسئلہ اٹھایا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ''رویت'' سے مراد علم ہے اور جب سائنسی یا کسی اور ذریعے سے علم حاصل ہو جائے تو قضائے شرعی کے لئے اس پر اکتفا کر لیا جائے۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ یہ رائے ''اصولِ دین'' سے ناواقفی پر مبنی ہے، اصولِ فقہ کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کے حقیقی معنی متروک یا متعذر نہ ہوں، اسے حقیقت پر ہی محمول کیا جائے گا۔ اور الحمدللہ! حدیث مبارک ''صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ میں'' ''رویت'' کا حقیقی معنی قرنِ اوّل سے آج تک معمول بہ بھی ہے، اور قابل عمل بھی ہے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی تعذر بھی نہیں ہے، لہٰذا حقیقی معنیٰ سے عدول کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے اور ثبوت رویت کے لئے ''قضاءِ شرعی'' کا مدار رویت پر ہی ہوگا۔

استفتاء و استفسار کا ایک نکتہ یہ ہے کہ رصد گاہوں (Observatories) اور ماہرین فلکیات کے اعتبار سے سعودی عرب کے اعلانات رمضان المبارک اور حج کے بارے میں گزشتہ کئی مواقع پر غلط اور خلاف واقع ہوئے ہیں،

یہ بات فی نفسہٖ درست ہے، گزشتہ دو سال سے تو سائنسی اعتبار سے ایسے مواقع بھی آئے کہ پورے عالم میں یا اکثر عالم میں آغازِ رمضان وعیدالفطر اور یوم الحج ایک ساتھ متوقع تھا، لیکن اس کے برعکس وہاں سے فیصلے کا اعلان ہوا اور اس پر عمل درآمد بھی ہوا۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ وہ ''شہادتوں'' کے ردّ وقبول میں احتیاط سے کام نہ لیتے ہوں اور جدید ذرائع علم کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہوں، ہم ان کی نیت پر تو شبہ نہیں کرتے، کیونکہ ہم ''ظنوا المؤمنین خیراً'' کے مکلّف ہیں۔ تاہم جو شخص، اشخاص اور ادارے بدنیتی یا دانستہ تساہل کا ارتکاب کریں گے تو وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے۔ لیکن اس فیصلے پر جو عامۃ المسلمین عمل کریں گے، وہ اپنی عبادات کے لئے ان شاء اللہ اجرِ آخرت سے محروم نہیں رہیں گے۔ کیونکہ قضائے قاضی اپنی حدود میں نافذ اور مؤثر ہوتی ہے اور سعودی عرب کی رویت ہلال کمیٹی وہاں کی حکومت کی جانب سے ان کے اپنے ملک کے لئے مامور ہے، پورے عالم اسلام یا عالم پر حکمرانی کے لئے وہ حکومت خود مختار و مجاز نہیں ہے تو اس کا قائم کردہ ایک ذیلی ادارہ کیسے مجاز ہو سکتا ہے۔

جہاں تک واقع اور حقیقت کے خلاف قضائے قاضی کے مؤثر اور نافذ ہونے کا تعلق ہے تو شیخ الاسلام علامہ برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں:

''وَمَنْ رَأَىٰ هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهُ لَمْ يُفْطِرْ اِحْتِيَاطًا، وَفِي الصَّوْمِ الْاِحْتِيَاطُ فِي الْإِيْجَابِ''۔

ترجمہ: ''اور اگر کسی شخص نے تنہا ہلال عید (یعنی شوال کا چاند) دیکھا (اور اس کی شہادت قاضی نے قبول نہیں کی) تو وہ خود بھی احتیاطاً روزہ رکھے اور ہلالِ رمضان میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اتباعِ امام کو واجب قرار دے، (ہدایہ اولین: ج ا ص ۱۹۶، مطبوعہ محمد علی کارخانہ کتب، کراچی)''۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

''(رَأَى) مُكَلَّفٌ (هِلَالَ رَمَضَانَ أَوِ الْفِطْرِ وَرُدَّ قَوْلُهُ) بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ (صَامَ) مُطْلَقًا وُجُوْبًا وَقِيْلَ نَدْبًا''۔

ترجمہ: ''اور اگر ایک عاقل و بالغ مسلمان نے رمضان یا شوال کا چاند دیکھا اور (قاضی نے) دلیل شرعی سے اس کا قول رد کر دیا تو (اتباعِ قاضی میں) اس پر مطلقاً (یعنی ہلالِ رمضان ہو یا ہلالِ عید) روزہ رکھنا واجب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مستحب ہے''۔

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

''لَوْ صَامَ رَاىٰ هِلَالِ رَمَضَانَ وَأَكْمَلَ الْعِدَّةَ لَمْ يُفْطِرْ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: صَوْمُكُمْ يَوْمَ تَصُومُونَ وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ)''۔

ترجمہ: ''اگر کسی شخص نے ہلالِ رمضان دیکھ کر رمضان شروع کیا اور اس (کے روزوں) کی گنتی (تیس) پوری ہوگئی،

(مگر امام کے حکم پر ہلالِ عید کا اعلان نہیں ہوا) تو وہ امام کے بغیر تنہا روزۂ رمضان نہ چھوڑے (یعنی عید نہ منائے) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس دن (اتباعِ امام میں) قوم کا روزہ ہو تو تم بھی روزہ رکھو اور جس دن (اتباعِ امام میں) قوم عید منائے اور روزہ چھوڑ دے تو تم بھی ایسا ہی کرو"۔

البتہ علامہ شامی نے بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھا ہے کہ علمائے محققین کا قول یہ ہے کہ اپنے مشاہدے کے برعکس امام کی اتباع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، آگے چل کر "مبسوط" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بصورتِ رمضان واجب ہے اور بصورتِ عید اتباعِ امام مستحب ہے، (ردالمحتار: ج ۳ ص ۳۱۵۔ ۳۱۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی)"۔

جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے، اس میں خطائے اجتہادی پر مبنی قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ تو ہو جاتا ہے، لیکن یہ فیصلہ حقیقتِ واقعہ کو تبدیل نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ"۔

ترجمہ: "تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کے بہ نسبت زیادہ مؤثر دلائل کے ساتھ پیش کرنے کی مہارت رکھتا ہو اور اس سماعت کے اعتبار سے (بالفرض) میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، تو جس شخص کو میں اس کے بھائی کے حق میں سے (خلافِ حقیقت) کچھ دے دوں تو (وہ چیز اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ اسے سمجھنا چاہئے کہ) میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں، (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۳۵۹)"۔

اب ہم اس تفصیلی اور مدلل بحث کے بعد آپ کے سوالات کا ترتیب وار جواب خلاصہ کلام کے طور پر دے رہے ہیں، اس میں بعض امور کا تکرار ناگزیر ہے اس لئے اس سے طبیعت پر بار محسوس نہیں کیجئے گا۔

(1) سعودی عرب کا اعلان رویت مملکت سعودی عرب میں نافذ العمل ہے، دوسرے ممالک ان کی رویت کا تحقیقی جائزہ لے کر کہ آیا ان کا فیصلہ شرعی قواعد وضوابط کے مطابق ان کے لئے قابل قبول ہے یا نہیں، ان کے فیصلہ کو قبول یا رد کر سکتے ہیں۔

(2) آبزرویٹری کی وہ معلومات جو بدیہی ہیں، ان سے رویتِ ہلال میں استفادہ ممکن ہے۔ اگر چاند افق پر موجود ہو اور چاند نظر نہ آئے تو فیصلہ حساب پر نہیں بلکہ رویت پر ہوگا۔ تاہم چاند افق پر موجود نہ ہو اور رویت کی شہادت آجائے تو اس پر دقتِ نظر سے غور کرنا چاہیے، کیونکہ اس صورت میں آنکھیں بند کر کے شہادت قبول کرنے سے امتِ مسلمہ کی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

پاکستان کی رویت ہلال کمیٹی اس شہادت کو قبول نہیں کرتی جو واقع کے خلاف ہو، یعنی چاند افق پر موجود ہی نہ ہو

اور رویت کی شہادت آجائے تو اس شہادت کو قاضی کے شرح صدر کے منافی سمجھ کر تسلیم نہیں کیا جاتا، کیونکہ کوئی بھی شہادت علی الاطلاق حجت لازمہ وملزمہ نہیں ہوتی۔ چاند کا نظر آنا اگر بہت مشکل ہو لیکن موجود ہو تو اس وقت شہادتوں پر فنی قواعد کی روشنی میں بھرپور جرح سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ آیا واقعی دعویٰ کرنے والے نے چاند دیکھا ہے یا اس کو سہو ہوا ہے (سہو کی نظیریں آثار صحابہ میں موجود ہیں)، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کو پھر تسلیم کیا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

سوال کے دوسرے حصے کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر پہلے سوال کا جواب معلوم ہو تو اس سے فائدہ اٹھا کر نہ تو اس مسلمان ملک کے ساتھ الجھے، نہ ہی ان کا فیصلہ اپنے اوپر لاگو کرنا ضروری ہے۔

(3) یہ تجویز ہرگز قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ شرعاً رات غروبِ آفتاب سے شروع ہوتی ہے، اس لئے جو چاند غروب آفتاب سے پہلے دِکھے وہ معتبر نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چاند کے نظر آنے کے لئے Birth Of Moon کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کی اتنی عمر ہونی چاہیے جس سے یہ نظر آنے کے قابل (Visible) ہو جائے۔ پس رات کے 12 بجے Birth Of Moon پر چاند کے یکم کا فیصلہ ہونے لگے تو اس سے اصل رویت سے یقیناً ایک دن کا فرق پڑ جائے گا کیونکہ ماہرین فن کے نزدیک چاند کو نظر آنے کے لئے تقریباً 17 گھنٹے کی عمر درکار ہوتی ہے جبکہ غروب آفتاب اور رات کے 12 بجے میں اوسطاً 6 گھنٹے کا فصل ہوتا ہے۔ اس طرح 17 اور 6 گھنٹے مل کر 23 بن جاتے ہیں جو کہ تقریباً ایک دن کے برابر ہے۔

امت کا اتحاد بہت ضروری ہے، لیکن جب خلافِ حقیقت امر پر اتحاد ممکن ہی نہیں تو ایسے اتحاد کی کوشش مزید انتشار کا باعث ہوگا۔ جہاں تک مذکورہ موقف کا دوسرا دعویٰ ہے تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

''صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُم فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ''۔

ترجمہ: ''یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر آپ کے سامنے آڑ ہو جائے تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرو (مشکوٰۃ المصابیح:1970)''۔

آپ ﷺ کے دور میں علم فلکیات وموسمیات میں انسان کے پاس وہ علم، تجربہ، مشاہدہ اور آلات نہیں تھے جو آج دستیاب ہیں، لہٰذا یہ ادعا بالکل باطل ہے کہ حدیث شریف میں ''رویت'' علم کے معنیٰ میں ہے، جبکہ آج کل کے حالات میں چاند کے علم میں ''غُمّ'' ممکن نہیں۔ کیونکہ اب چاند کا ایک سیکنڈ کی غلطی کے بغیر ٹھیک ٹھیک (Accurate) حساب مرتب ہو چکا ہے، لیکن ہم جدید علوم، تجربے، مشاہدے اور آلات کی مدد سے منشائے کتاب وسنّت کو صحت کے اعلیٰ معیار پر حاصل کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں، لیکن اسے باطل کرنے کی جسارت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ قطعی طور پر طے ہے کہ رویت سے مراد ''رویت علمی'' نہیں'' بلکہ ''رویت بصری'' ہے، کیونکہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب تک

کسی لفظ کے معنیٰ حقیقی متروک یا متعذر نہ ہوں، تو حقیقت پر ہی عمل ہوگا اور الحمدللہ! حدیث مبارک: ''صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ ''میں رویت کا حقیقی معنیٰ قرنِ اوّل سے آج تک معمول بہ بھی ہے، قابل عمل بھی ہے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی تعذر بھی نہیں، لہٰذا معنیٰ حقیقی سے عدول کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لئے ثبوت رویت کے لئے قضائے شرعی کا مدار رویت عینی پر ہی ہوگا۔

اگلے سوال کا جواب بھی اس میں آ گیا کہ صرف چاند کی پیدائش یا سورج غروب ہونے کے وقت چاند کا وجود فیصلہ کن نہیں بلکہ چاند کی رویت ضروری امر ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق کسی مشہور محقق نے رویت ہلال کا یہ مفہوم نہیں لیا جس کا اس سوال میں ذکر ہے، امت کے اتحاد پر پہلے بات ہو چکی ہے۔ امت مسلمہ کا اتحاد غیر منطقی بنیادوں پر ممکن ہی نہیں اس لئے اس کی کوشش فضول اور تضیع اوقات کا باعث ہے۔

ہم ایک اسلامی ملک کے شہری تو ہیں لیکن سعودی اتھارٹیز اور اداروں کے سامنے ہماری جانب سے بعض مسائل اٹھانے میں کچھ دشواریاں حائل ہیں، حکومتی سطح پر بعض مصلحتیں بھی رکاوٹ بن جاتی ہیں، سفارتی حساسیت (Diplomatic Sensitivity) اور تیل پیدا کرنے والے اسلامی ممالک کا اپنی وافر دولت پر زعم بھی ایک وجۂ بے اعتنائی ہے۔ لیکن آپ مغرب میں ہیں، مغرب سے اٹھنے والی آواز پر وہ کان ضرور دھرتے ہیں کیونکہ ان کی سلطنت و اقتدار کی بقا ان کی مرہون منت ہے۔

لہٰذا آپ علماء اور ماہرین فلکیات کا ایک وفد مرتب کر کے پہلے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ثقہ علماء میں اس مسئلے پر اجماعِ کلی یا اکثری (Consensus)، جیسا بھی حالات کے تحت ممکن ہو، پیدا کرنے کی کوشش کریں، پھر دیگر ممالک ایشیا، افریقہ و عالم عرب سے آئے ہوئے مسلمانوں کو اس میں شریک کریں۔ اس کے بعد ایک وقیع وفد ترتیب دے کر سعودی سفیر سے ملاقات کر کے انہیں قائل کرنے کی کوشش کریں اور ان کے توسط سے اس مسئلے پر اپنے افکار و خیالات سے سعودی وزارت خارجہ و وزارت اوقاف و مذہبی امور تک پہنچائیں اور آخری مرحلے میں سعودی علماء، ماہرین فلکیات موسمیات اور سیاسی قیادت سے براہِ راست مذاکرات کریں۔

یہ تمام عمل بلاشبہ بڑا صبر آزما اور جہد مسلسل و سعی پیہم کا متقاضی ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ بالآخر یہ ثمر آور اور نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان اور زونل رویت ہلال کمیٹیوں میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل ہیں اور پورا ملک اس کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہے، آپ بھی ایسی کمیٹی تشکیل دے سکتے ہیں۔

(تفہیم المسائل: جلد 2 صفحہ 207 تا 219، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ستمبر 2017)



مسئلۂ رویتِ ہلال

رمضان المبارک، شوال المکرم اور ذوالحجہ کے مہینوں کے آغاز کے لیے رویتِ ہلال کا مسئلہ عالمی سطح پر انتہائی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ بلاشبہ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہے اور ہونی چاہیے کہ دینی اعتبار سے یہ مُقدّس ایام پوری قوم ایک ساتھ منائے۔ اُن مسلم ممالک میں تو ایسا ہو بھی رہا ہے جہاں ملوکیّت ہے یا اُن کی حکومتوں کا انتظامی تسلّط مستحکم ہے، جیسے سعودی عرب، مشرقِ وسطیٰ و دیگر عرب ممالک، انڈونیشیا، ملائشیا و افریقی ممالک وغیرہ، آج کل اسے Writ of the Govt. سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پاکستان یا اُن ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، چنانچہ برطانیہ اور امریکا میں بھی کم از کم دو عیدیں اور بسا اوقات تین عیدیں ہوجاتی ہیں۔ امریکا میں دو بڑی تنظیمیں اسلامک کونسل آف نارتھ امریکا اور اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا میں سے ایک (جس پر عرب مسلمانوں کا غلبہ ہے) غیر مشروط طور پر سعودی عرب کی پیروی کرتے ہیں اور دوسرے سائنسی بنیاد پر تاریخ کا تعین کرتے ہیں اور ہمارے پاک و ہند کے دینی و فقہی نظریات پر تصلّب کے ساتھ قائم رہنے والے علماء شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امریکا جیسے بہت بڑے وسیع و عریض غیر مسلم ملک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی جغرافیائی اعتبار سے انتہائی حد تک منتشر ہے، ایسا اہتمام آسان نہیں ہے، اس لئے وہاں بالعموم تین عیدیں ہوتی ہیں۔ برطانیہ، امریکا اور یورپ کے ممالک تو سائنسی اعتبار سے جدید ترین ممالک ہیں، لیکن وہاں بھی یہ مسئلہ آسان نہیں ہے، جبکہ وہ پاکستان کی رویتِ ہلال کمیٹی کے زیرِ اثر نہیں ہیں کہ اِس پر الزام لگا کر اپنے فریبِ نفس کو تسکین دی جائے۔

دیگر مسلم ممالک میں یہ روِش بھی نہیں ہے کہ پوری قوم، بعض سیاسی رہنما اور پورا پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا ہاتھ دھو کر رویتِ ہلال کے مسئلے کے پیچھے پڑ جائے اور ہفتوں تک اِس موضوع پر کالم، کارٹون، ٹیلی وژن مباحثے اور بیان بازی کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ شاید قومی انتشار کی واحد وجہ ایک دِن عید کا نہ ہونا ہے۔ یومِ پاکستان اور دیگر قومی ایام تو پوری قوم ایک ساتھ مناتی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ 63 سال گزرنے کے باوجود قومی وحدت کیوں قائم نہ ہوسکی؟۔

قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک پورے ملک میں ایک عید کی روایت میرے علم میں نہیں ہے، لیکن ہر سال انتہائی حیرت و استعجاب سے پوچھا جاتا ہے کہ اِس سال دو عیدیں کیسے ہوگئیں؟۔ سابق ادوار میں نسبتاً آسانی تھی کہ چیئر مین اور اراکینِ کمیٹی اعلان کرنے کے بعد گھر جا کر آرام سے سو جاتے تھے اور صرف سرکاری نشریاتی ادارے پی ٹی وی اور ریڈیو پاکستان تھے، ان سے رویتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر ہوجاتا تھا، کوئی مخالفانہ خبر، فیصلہ یا تبصرہ نشر نہیں ہوتا تھا۔

صرف پشاور کی ڈیٹ لائن سے ایک لائن کی سرخی پر مشتمل خبر اخبارات میں چھپ جاتی تھی کہ مقامی علماء نے مطالبہ کیا ہے کہ چیئرمین کو برطرف کرو اور رویتِ ہلال کمیٹی کو تبدیل کرو، اس سے اگلے دن لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے تھے۔

اب دسیوں پرائیویٹ ٹیلی ویژن چینلز ، ایف ایم ریڈیوز اور سینکڑوں اخبارات ہیں ۔ان سب کی ضرورت ''بریکنگ نیوز''، ''تازہ ترین''، ''فلیش نیوز'' اور انتشار کی ایسی خبریں ہیں، جن میں سسپنس ہو، تجسُّس ہو اور عوامی دلچسپی کا مرچ مسالا ہو۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر پاکستانی کے پاس موبائل فون ہے۔ اب آئندہ کوئی بھی چیئرمین بنے، یہ تمام آفتیں اس کے استقبال اور خبر گیری کے لئے موجود رہیں گی۔

مزید یہ کہ مذہبی معاملات پرائیویٹ سیکٹر میں ہیں، حکومت کی رِٹ (تحکُّم) نہ ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اس کے کوئی آثار ہیں، بلکہ بدقسمتی سے ہر آنے والے دن حالات میں مزید بگاڑ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ملک بتدریج مسلّح گروہوں کے ہاتھوں یرغمال بنتا جارہا ہے، حکمرانوں کے لئے اپنی سلامتی اور حفاظت ایک سوالیہ نشان ہے، قوم تو اللہ تعالیٰ اور مقدر کے رحم و کرم پر ہے۔ ایسے ماحول اور ایسے ملک میں کسی بھی امام یا خطیب کا یہ فطری حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے اعلان کرے، جو چاہے اقدام کرے، حکومت کی قائم کردہ قضا کو رد کرے، اسے نہ آج کوئی روکنے والا ہے اور نہ مستقبل میں ایسے آثار نظر آرہے ہیں۔ میڈیا کے لئے 99% فیصد مسلمانوں کا ایک ساتھ عید منانا کوئی خبر نہیں ہے، بلکہ چند افراد کا الگ عید پڑھنا یہ خبر ہے اور جب انحراف واعتزال کا رویہ اپنانے والوں کی اس حد تک حوصلہ افزائی ہوگی تو مستقبل میں اس روش کو مزید فروغ ملے گا۔

جہاں تک عید الفطر کے چاند کے اعلان کا تعلق ہے تو ہماری قوم کو کسی صورت قرار نہیں، جلدی اعلان ہو جائے تو مطالبہ ہوتا ہے کہ دیر تک انتظار کیوں نہیں کیا، اعلان میں معمولی تاخیر ہو جائے تو مطالبہ ہوتا ہے کہ انکوائری کی جائے تاخیر کیوں ہوئی ؟۔ شرعاً رویت کے فیصلے اور اعلان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب قاضی اور مجلس قضا (جو زیرِ بحث مسئلے میں ''مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان'' ہے) کو اطمینان ہو جائے تو فیصلے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ منگل: 29، رمضان المبارک 1429ھ، مطابق: 30، ستمبر 2008ء کو مختلف مقامات سے شہادتیں آئیں، جن میں صوبۂ سرحد کے علاوہ پنجاب میں پنڈی گھیپ ، جھنگ، بھکر، میلسی، بلوچستان سے چاغی اور کوئٹہ اور سندھ سے سکھر، بدین، تلہار اور دیگر مقامات ہیں۔

مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن شیعہ عالم دین علامہ قاضی نیاز حسین نقوی کو ان کے ثقہ علماء نے ڈی آئی خان، بلتستان اور کچھ اور مقامات سے بھی رویت کی شہادت دی۔ تلہار کے گرد و پیش کی شہادتوں کو جب ٹیلی فون پر ہمارے ماہر فلکیات نے فنی بنیادوں پر درست قرار دیا، تو ہم نے وہاں کے عالم کو ذمّہ داری تفویض کی کہ بالمشافہ تعدیل کر

کے یہ بتائیں کہ آیا شرعی طور پر یہ شہادتیں قابلِ قبول ہیں اور آپ ان سے شرعاً بالکل مطمئن ہیں؟، کیوں کہ یہ کروڑوں مسلمانوں کے روزے کا مسئلہ ہے۔ پھر انہوں نے تعدیل کر کے ان شہادتوں کو قابلِ قبول قرار دیا۔

دوسری طرف ماہرین عدمِ امکانِ رویت پر یکسو نہیں تھے، سپارکو کے ماہر غلام مرتضیٰ صاحب اور مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کے ماہر رکن و عالم دین مولانا شبیر احمد کاکاخیل نے رائے دی کہ ہم امکانِ رویت کو علی الاطلاق مسترد نہیں کر سکتے، لہٰذا ان شہادتوں کو قبول کر کے رویت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان (جس میں تمام مکاتبِ فکر کے جیّد علماء شامل ہیں) نے اتفاقِ رائے سے رویت کا فیصلہ کیا اور اس متفقہ اور حتمی فیصلے کا میڈیا پر ایک ہی وقت میں اعلان کیا گیا۔

یہاں میں یہ بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ برطانیہ سے ایک مستند عالم دین علامہ ظفر محمود فراشوی نے (جو "محققِ برطانیہ" کے نام سے معروف ہیں) مجھے فون کر کے بتایا کہ میں نے پہلے یہاں لوگوں کو بتادیا تھا کہ پاکستان میں رویتِ ہلال کے امکانات ففٹی ففٹی ہیں، بالکل معدوم نہیں ہیں، میری پچیس سالہ طویل تحقیق ہے اور میں کسی بھی فورم پر چیلنج سے ثابت کر سکتا ہوں۔

اس مرحلے پر میں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ نئے چاند کی ولادت (Birth of Moon) کے ہونے یا نہ ہونے پر تو سائنسدانوں کا کلی اتفاق و اجماع ہوتا ہے، لیکن امکانِ رویت (Visibility of Moon) جب خفیف یا اَخَفّ (Least Chance of Visibility) درجے میں ہو، تو ان کے معیارات میں اختلاف واقع ہوجاتا ہے، مثلاً ماضی میں ایک ماہر فلکیات صمد رضوی صاحب اور سپارکو و کراچی یونیورسٹی کے ماہرین فلکیات کی رائے میں بعض مواقع پر اختلاف رہا ہے، کیونکہ صمد رضوی صاحب سیدھا سادہ البیرونی کے فارمولے کے مطابق رائے دیتے ہیں اور دوسرے ماہرین جدید معیارات (Parameters) کے مطابق رائے دیتے ہیں۔

مکمل عدمِ امکانِ رویت اور صریح امکانِ رویت کے موقع پر ماہرین میں اختلاف کی نوبت نہیں آتی بلکہ خفیف اور اَخَفّ امکانِ رویت (Least Chance of Visibility) کے موقع پر اختلاف ہوجاتا ہے۔ تو ایسے موقع پر اگر ہم شہادتوں کو آنکھ بند کر کے علی الاطلاق رد کر دیں، تو پھر شرعی نظامِ رویت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور شہادتوں کا کردار عملاً معدوم ہوجاتا ہے۔ اس مسئلے پر غور کرتے ہوئے اہلِ علم اور اہلِ فن کو یہ پیچیدہ صورتِ حال پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔

ہم اس وقت مسئلۂ رویت میں دو انتہاؤں کے درمیان معلّق ہیں، ایک یہ ہے کہ جدید سائنسی معلومات مطلقاً قابلِ قبول نہیں، خواہ ماہرین فلکیات یہ کہیں کہ چاند کی ولادت بھی نہیں ہوئی، جب رویت کی شہادت آگئی ہے تو ہمارے

لئے یہ شرعی حجت کافی ہے۔ دوسری طرف جدّت پسند طبقے کا خیال یہ ہے کہ ملک میں شرعی نظامِ رویت کی کوئی ضرورت نہیں، بس ماہرینِ فلکیات مستقل کیلنڈر بنا کردے دیں اور اُس کے مطابق رمضان کا آغاز ہو اور عید منائی جائے۔ سب کو پہلے سے معلوم ہوگا کہ رمضان کب شروع ہورہا ہے اور عید کب ہوگی۔ لیکن اس حقیقت سے قطع نظر کہ شریعت کی رو سے مدار رویتِ بصری پر ہے۔ مستقل قمری کیلنڈر کا مشورہ دینے والے بھول جاتے ہیں کہ پاکستان میں مستقل سائنسی کیلنڈر کیسے نافذ کیا جائے گا؟، کس کس سے منوایا جائے گا اور کیسے منوایا جائے گا؟، جب کہ ہر مسجد کا خطیب اور ہر ادارے کا مفتی اپنی ذاتی حیثیت میں مفتیٔ اعظم پاکستان ہے اور اسے ملک کی قائم کردہ مجلس قضا کو رد کرنے اور اس کے متوازی فیصلہ کرنے کا مکمل استحقاق ہے، اس کی نظر میں ماہرین فلکیات کی کیلنڈر کی وُقعت ایک پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان میں شامل علماء کو پھر بھی ایک حد تک احترام اور مقام حاصل ہے، بعض کی بحیثیتِ مجموعی (باستثنائے چند) تمام حلقوں میں تکریم ہے اور دیگر کا اپنے اپنے مکتبۂ فکر میں ایک مسلّمہ مقام اور مستند حیثیت ہے۔

میں نے بحیثیت چیئرمین، مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کے تمام ارکان کی حمایت اور اتفاقِ رائے سے گزشتہ نو برسوں میں کوشش کی ہے کہ ہم فیصلہ شرعی بنیاد پر کریں، مگر جدید سائنسی معلومات سے ہر ممکن استفادہ کریں، قرائن عقلیہ کے ساتھ مطابقت پیدا کریں تاکہ ہمارا یہ دعویٰ کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کا کوئی حکم ماورائے عقل تو ہوسکتا ہے خلافِ عقل ہرگز نہیں، زمینی حقائق کے مطابق بھی سچ ثابت ہو اور جوں جوں انسانی علم ترقی کرے، دینی احکام کی حکمتیں اور قدرت کے پوشیدہ راز اس پر منکشف ہوتے چلے جائیں اور اسلام کی حقانیت واضح ہوتی چلی جائے۔

میں اپیل کرتا ہوں کہ کسی صاحبِ علم کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو تو سامنے لائے، جس سے تمام سائنسی حقائق و معلومات کو یکسر رد کرکے محض شہادت کو حجت مان کر رویت کا فیصلہ کرنے والے صوبہ سرحد کے بعض علماء اور ماہرینِ فلکیات بیک وقت مطمئن ہوجائیں اور کسی طرف سے اختلاف وعدمِ اطمینان کی کوئی آواز بلند نہ ہو، جب کہ ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم حلفیہ گواہی لیتے ہیں اور تمام گواہ متشرِّع بھی ہوتے ہیں۔ باہر بیٹھ کر تبصرہ کرنے والا تبصرہ نگار (Commentator) ہمیشہ کھلاڑی سے ماہر ہوتا ہے، اس کی غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے، خواہ اس نے خود زندگی میں میدان میں اتر کر کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ہو۔

شریعت نے قضا میں خطا کے احتمال کو کبھی رد نہیں کیا، ورنہ قاضی کو بھی نبی کی طرح معصوم ماننا پڑے گا، لیکن شریعت نے قضا کو بہر صورت مؤثر مانا ہے اور جدید فلسفۂ قانون بھی یہی ہے۔ ورنہ جب ماہرین کے نزدیک سعودی عرب کا فیصلہ رویتِ حقیقی اور صریح امکان رویت کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اترتا، تو اس کے تحت ادا کیے جانے والے امّت کے تمام

حج باطل قرار پائیں گے۔(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُوْلِي الْأَبْصَار)

پاکستان میں کوئی بھی رویتِ ہلال کمیٹی تشکیل پائے اور کوئی بھی چیئر مین بنے، کسی نہ کسی گوشے سے ہدفِ طعن بننا اس کا مقدر رہے گا۔لیکن قرآن وحدیث اور اسلام کا حکم حسنِ ظن کا ہے،بغیر ثبوت وشواہد کے سوئے ظن کی اجازت نہیں ہے۔

میں اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا قاضی کو شہادتِ کاذبہ (False Witness) اور شہادتِ مُرتابہ (Doubtful Witness) کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے؟، اگر جواب اثبات میں ہے،تو پھر قضا کا ادارہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟،پھر تو ہر صورت میں گواہ علی الاطلاق (Absolute) حجّت ہو جائے گا اور چاہیے کہ گواہ خود ہی فیصلے کا اعلان کر دے، نہ قضا کی ضرورت، نہ عدالت کی اور نہ ہی گواہ کی جرح وتعدیل کی ضرورت ہے۔

عصرِ حاضر کے مایہ ناز مفسر،محدّث،فقیہ اور محقق علامہ غلام رسول سعیدی مُدظلہم نے اس مسئلے پر مفصل اور مدلل بحث کی ہے کہ حدیث اور فقہائے امت سے یہ ثابت ہے کہ قطعی قرائنِ عقلیہ کے خلاف شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسی شہادت کو قاضی رد کر سکتا ہے،چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

<u>قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا:</u>

سائنسی علوم کے ذریعے چاند کی رویت اور پہلی تاریخ کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے اور اس سے ہمیں شہادتوں کے پرکھنے کا بھی موقع ملتا ہے کہ یہ شہادت سچی ہے یا جھوٹی ہے، جب سائنسی آلات کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ آج چاند کی تولید نہیں ہوئی ہے اور اس کی رویت ممکن نہیں ہے اور مطلع بالکل صاف ہو اور پورے ملک میں کہیں چاند نظر نہ آیا ہو اور ایسے میں چند آدمی یہ گواہی دے دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی جھوٹی ہوگی اور سائنسی تحقیقات کے خلاف ان کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ قرائن اور شواہد کے خلاف جو گواہی دی جائے وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔

علامہ ابن قیم جوزیہ (متوفّٰی 571ھ) نے اس مسئلے پر کافی بحث کی ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ عقلی شواہد اور دلائل کے خلاف گواہوں کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا۔علامہ ابن قیم جوزیہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ہمیشہ سے ائمہ اور خلفا اس صورت میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کرتے رہے ہیں جب اس شخص سے مال برآمد ہوجائے،جس پر چوری کا الزام ہو اور یہ قرینہ گواہوں اور اقرار سے زیادہ قوی ہے۔کیوں کہ گواہوں میں صدق اور کذب کا احتمال ہے اور جب چور کے پاس سے مال برآمد ہوجائے تو یہ نص صریح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

(الطرق الحکمیہ،ص:2،دار الکتب العلمیہ،بیروت 1415ھ)

(۲) بہت سے قرائن اور علامتیں انکار قسم سے زیادہ قوی ہوتی ہیں تو ان کو معطل کرنا کس طرح جائز ہوگا۔
(الطرق الحکمیہ ،ص:2)

(۳) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گواہوں کے علاوہ دوسرے دلائل گواہی سے زیادہ قوی ہوتے ہیں، جیسے وہ حال جو صدق مدعی پر دلالت کرتا ہو، کیونکہ وہ گواہ کی خبر سے زیادہ قوی دلیل ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے خیبر کی طرف سفر کا ارادہ کیا، جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میرا خیبر کی طرف جانے کا ارادہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے ۱۵ وسق کھجوریں لے لینا (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلو تین سو گرام کا ہوتا ہے) اور جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اپنے گلے پر رکھ دینا، (الحدیث)۔
(سنن ابوداؤ، رقم الحدیث:3632، سنن بیہقی، ج:6،ص:80، مشکوٰۃ، رقم الحدیث:2935)

اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علامات اور قرائن کو گواہی کے قائم مقام قرار دیا ہے، پس شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے قرائن، علامات اور دلائل احوال کو لغو قرار نہیں دیا، بلکہ ان پر احکامِ شرع کو مرتب کیا، (الطرق الحکمیہ ، ص:10)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا:

علامہ ابن قیم جوزیہ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ام ولد کے ساتھ مُتّہم کیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ اس کی گردن اڑادو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: نکلو اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا، دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا اور کہا: یا رسول اللہ! اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس ام ولد کا ذکر ہے، وہ حضرت ماریہ قبطیہ تھیں، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔
(الطبقات الکبریٰ، ج:8،ص:172، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفّٰی 676ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''وہ شخص منافق تھا اور کسی وجہ سے قتل کا مستحق تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ

سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔

(شرح مسلم للنووی، جلد:2، ص:368)

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی اور دیگر شارحین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے، کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو دوبارہ اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجتے اور صحیح یہی ہے کہ اس شخص پر یہ تہمت تھی کہ اس نے حضرت ماریہ سے زنا کیا ہے اور آپ کے نزدیک یہ بات گواہوں سے ثابت ہو گئی تھی، اس لئے آپ نے حضرت علی کو اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفّٰی 544ھ، علامہ ابی مالکی متوفّٰی 828ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفّٰی 895ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لوگوں نے اس شخص پر حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس تہمت کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیے اور اس کو قتل کرنے کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیے، تہمت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص قبطی تھا اور چونکہ حضرت ماریہ بھی قبطیہ تھیں، اس لئے ہم جنس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے تھے، اس وجہ سے لوگوں نے اس پر تہمت لگا دی اور رہی اس کو قتل کرنے کی وجہ، تو امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اس کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کے نزدیک گواہوں سے یہ ثابت ہو گیا ہو کہ اس شخص نے حضرت ماریہ کے ساتھ زنا کیا ہے، اس لئے آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں۔ لیکن جب حضرت علی نے یہ دیکھا اس کا عضو کٹا ہوا ہے تو انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور پورے واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم اور آپ کی ام ولد اس تہمت سے بری ہیں (جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی، حالانکہ حضرت صفوان نے بعد میں بتایا کہ وہ نامرد ہیں اور اس فعل کے اہل ہی نہیں ہیں''۔

(صحیح البخاری، رقم:4757، سنن ابوداؤد، رقم :2138، سنن ابن ماجہ، رقم:1970)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حقیقتاً اس کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہے اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لئے اس کے قتل کا حکم دیا ہو تا کہ اس کا معاملہ منکشف ہو جائے اور آپ کے حرم سے تہمت دور ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی طرف وحی کی گئی ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل نہیں کریں گے اور حضرت علی پر اس شخص کا نااہل ہونا منکشف ہو جائے گا، جیسا کہ اس کنویں میں اس کو برہنہ دیکھنے سے حضرت علی پر منکشف ہو گیا اور باوجود علم کے آپ نے حضرت علی کو اس لئے حکم دیا تھا تا کہ حضرت علی بھی اس چیز کو دیکھ لیں اور ان کے نزدیک بھی آپ کی حرم محترم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے براءت ثابت ہو جائے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم، جلد:8، ص:304، دار الوفا، بیروت 1419ھ، اکمال اکمال المعلم، جلد:9، ص:217-216، معلم اکمال الاکمال علی ھامش شرح الابی، ج:9، ص:217-216، دار الکتب العلمیہ، بیروت:1415ھ)

قاضی عیاض مالکی کی شرح کی تائید امام محمد بن سعد متوفّٰی 230ھ کی اس روایت میں ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ جو نبی ﷺ کی کنیز تھیں، ان کے بالا خانے میں ایک قبطی آیا کرتا تھا، وہ ان کو پانی اور لکڑیاں لا کر دیتا تھا، لوگ اس کے متعلق چہ مگوئیاں کرنے لگے کہ ایک عجمی مرد عجمی عورت کے پاس آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا، اس وقت وہ قبطی ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا، اس نے جب حضرت علی کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو وہ گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اس کا تہبند کھل کر گر گیا اور عریاں ہو گیا، حضرت علی نے دیکھا، اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور کہا: ''یا رسول اللہ! جب آپ ہم میں سے کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیں، پھر وہ شخص اس کام میں اس کے خلاف کوئی معاملہ دیکھے تو کیا وہ شخص آپ کے پاس (وہ کام کئے بغیر) واپس آجائے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!، پھر حضرت علی نے بتایا کہ انہوں نے دیکھا کہ اس قبطی کا تو آلہ کٹا ہوا تھا، حضرت انس نے کہا: پھر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: السلام علیک اے ابو ابراہیم! تب رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو گئے (کہ حضرت ماریہ پاک دامن ہیں اور ان سے آپ ہی کے بیٹے کا تولد ہوا ہے)۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد:8، ص:172، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ہر چند کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ قبطی کنویں میں نہا رہا تھا اور امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ وہ کھجور کے درخت پر تھا، لیکن بنیادی چیز میں دونوں روایتیں متحد ہیں کہ اس قبطی کی وجہ سے لوگوں نے حضرت ماریہ کو متہم کیا تھا اور لوگوں نے اس کے خلاف نبی ﷺ کے سامنے شہادت دی جیسا کہ شارحین نے ذکر کیا ہے اور اس وجہ سے نبی ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر کے آئیں اور اس موقع پر حضرت علی نے اس کو برہنہ دیکھ لیا اور معلوم ہو گیا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے اور اس سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت ہو گئی۔

تاہم ان دونوں حدیثوں سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ جب کوئی شہادت قرائن اور شواہد کے خلاف ہو تو اس شہادت کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاتا، فقہائے اسلام بھی اس امر پر متفق ہیں کہ اگر گواہوں کی گواہی قرائن اور شواہد کے خلاف ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہو گا۔ فقہائے اسلام کی تصریحات حسبِ ذیل ہیں:

قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کے غیر معتبر ہونے کے متعلق فقہائے اسلام کی تصریحات:

علامہ ابن قدامہ حنبلی (متوفّٰی :620ھ) نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ موقف ہے کہ اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے زنا کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عورت کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اس طرح اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے، لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

(المغنی، ج:9 ص:71 ،دارالفکر، بیروت، 1405ھ)

فقہائے شافعیہ کی تصریحات حسبِ ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفّٰی :450ھ لکھتے ہیں:

المزنی نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چار آدمیوں نے کسی عورت کے خلاف زنا کی شہادت دی اور چار نیک عورتوں نے یہ بتایا کہ وہ کنواری ہے، تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

(الحاوی الکبیر، ج:7 ص:81 ،دارالفکر، بیروت 1414ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفّٰی :676ھ نے بھی اس طرح لکھا ہے۔

(روضۃ الطالبین، جلد:7 ص:315 ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

فقہائے احناف نے اپنی متعدد کتب میں یہ لکھا ہے کہ کسی عورت کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے پھر بعد میں ثابت ہوگیا کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی مرد کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے پھر بعد میں ثابت ہوا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے تو اس حد نہیں لگائی جائے گی، یہ تصریحات فقہائے احناف کی درج ذیل کتب میں مذکور ہیں۔

(المبسوط، جلد:10 ص:57 ،ہدایہ اوّلین، ص:522، الفتاویٰ الولواجیہ ، ج:2 صفحہ:239، المحیط البرھانی ، ج:5 ص:146 ، فتح القدیر، جلد:5 ص:273 ، البحر الرائق ،جلد:5 ص:22 ،تبیین الحقائق ،جلد:3 ص:598 ،فتاویٰ شامی ،جلد:4 ص:42 ،مجمع الانھر ، جلد:2 ص:355، اعلاء السنن ،جلد:11 ، ص:654، النھر الفائق، جلد:3، ص:145 ،البنایہ، جلد:6 ص:287 ،حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، جلد:2 ص:400 ، عالمگیری، ج:2 ص:153)

فقہائے اسلام کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جب کوئی شہادت قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہوگا، اسی طرح اگر ماہرین فلکیات اور محکمۂ موسمیات والے بتائیں کہ آج چاند کی پیدائش ہی نہیں ہوئی ہے یا اس کی رویت ممکن ہی نہیں ہے اور چند آدمی یہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی مردود ہوگی۔

اسی طرح اس مسئلے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ:

اگر کسی مقتول کے پاس ایک شخص ہاتھ میں پستول لئے کھڑا ہو اور دو شخص یہ گواہی دیں کہ اس نے اپنے پستول سے فائر کر کے اس کو ہلاک کیا ہے اور بعد میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ہو کہ اس مقتول کے جسم سے جو گولی برآمد ہوئی ہے، وہ اس پستول کی نہیں ہے، بلکہ کلاشنکوف کی گولی ہے اور اسلحے کا ماہر یہ رپورٹ دے کہ اس پستول سے گولی چلائی ہی نہیں گئی، تو ان گواہوں کی گواہی جھوٹی قرار پائے گی اور اس شخص کو رہا کر دیا جائے گا۔

(تبیان القرآن، جلد:10، ص:524 تا 528)

چاند کی پیدائش(Birth Of Moon) کا مفہوم:

رویتِ ہلال کے مسئلے پر جب سائنسی اور فنی گفتگو ہوتی ہے تو چاند کی پیدائش ہوئی یا نہیں، یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چاند کبھی معدوم نہیں ہوتا، ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ چاند کا سفر اپنے مدار(Lunar Orbit) پر جاری وساری رہتا ہے۔ چلتے چلتے ایک ایسا وقت آتا ہے جہاں سورج، چاند اور زمین ایک لائن میں نظر آتے ہیں، اسے علمِ فلکیات (Astronomy) کی اصطلاح میں چاند کی پیدائش(Birth Of Moon) یا اقتران(Conjunction) کہتے ہیں۔ یہ موقع سال کے مختلف قمری مہینوں میں چاند کی 28 یا 29 تاریخ کو دن یا رات میں کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ اسی لئے قمری مہینہ کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔ فی نفسہ ایک اقتران سے دوسرے اقتران تک اوسطاً 29.5 دن لگ جاتے ہیں۔ جب مقام اقتران سے سورج آگے بڑھتا ہے تو نئے مہینے کے اعتبار سے اس کے اوقات کا حساب شروع ہوجاتا ہے۔ اب اگلے دن غروب آفتاب کے وقت اس کے قابلِ رویت(Visible) ہونے یا نہ ہونے(Invisible) کے بارے میں ماہرینِ فلکیات کے معیارات موجود ہیں، جو نیٹ پر ہر شخص مطالعہ کرسکتا ہے۔

اسلام حُسنِ ظنّ کا حکم دیتا ہے:

اسلام دوسرے مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"۔

ترجمہ: "اے مومنو! بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو، کیونکہ بعض گمان یقیناً گناہ ہوتے ہیں (اس سے سُوئے ظن یعنی بدگمانی مراد ہے)، (الحجرات:12)"۔

حدیث پاک میں ہے:

"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ"۔

ترجمہ: "(مومنو!) بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، (صحیح بخاری، رقم الحدیث:6064)"۔

لہٰذا ثبوت وشواہد یا غالب قرائن کے بغیر کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

جہاں تک اس بدگمانی کا تعلق ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان نے کسی دباؤ کے تحت فیصلہ کیا ہے، اس سے بڑا جھوٹ اور بہتان اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان نے پہلے عدمِ رویت کا اعلان کیا اور پھر فیصلہ تبدیل کیا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان نے صرف ایک ہی حتمی اور قطعی اعلان کیا ہے اور سارا میڈیا اس کا گواہ ہے۔ الحمدللہ علیٰ احسانہٖ رویتِ ہلال کا مسئلہ ہو، دینی مدارس کی حریّت فکر وعمل کے تحفظ کا مسئلہ ہو یا حدودِ الٰہی کی حمایت و پاسبانی کا مسئلہ ہو، میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمیشہ اپنے ضمیر، صواب دید اور دینی بصیرت کے مطابق کلمۂ حق کہا ہے اور جب تک جان میں جان ہے کہتا رہوں گا۔ میرے نزدیک دین کے مسئلے میں دباؤ قبول کر کے کوئی اعلان کرنا یا کروڑوں لوگوں کے روزوں جیسی مقدس عبادت کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے مرجانا بہتر ہے۔ ایسے مواقع کے لئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''زمین کا باطن تمہارے لئے زمین کے ظاہر سے بہتر ہے''۔

یعنی ایسے حالات میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ میری چیئرمینی (Chairmanship) کے پورے دور میں وفاق کی سطح پر کبھی کسی نے رویتِ ہلال کے مسئلے میں کوئی مداخلت نہیں کی، نہ کوئی ڈائرکشن دی ہے، نہ ہی کوئی خواہش ظاہر کی ہے، حتیٰ کہ کبھی کسی نے کوئی رابطہ بھی قائم نہیں کیا۔ اس سال بھی جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں (یعنی 04 اکتوبر 2008ء)، اب تک کسی سرکاری اہل کار نے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔

اہلِ فکر ونظر اور اہلِ وطن کی خدمت میں چند گزارشات

میں نہایت ادب واحترام اور دردِ دل کے ساتھ رویتِ ہلال کے مسئلے پر اہلِ علم، اہلِ فکر ونظر اور اہل وطن کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ اس مسئلے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان پر توجہ فرمائیں گے۔

حکمتِ نظام شمس وقمر

کائنات اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت چل رہی ہے، نظامِ شمس وقمر بھی اسی کا حصہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱): ''اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ''۔

ترجمہ: ''سورج اور چاند (قادرِ مطلق کے طے کردہ) ایک حساب کے مطابق چل رہے ہیں، (الرحمٰن:5)''۔

(2): "وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾"

ترجمہ: "اور سورج اپنی قرارگاہ (محور و مدار) پر رواں دواں ہے، یہ ایک غالب علیم ہستی کا طے کردہ (نظام) ہے، اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ لوٹ پھر کر وہ کھجور کی پرانی شاخ کی مانند ہوجاتا ہے، نہ سورج کی مجال کہ وہ (چلتے چلتے) چاند کو جا پکڑے، اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے، اور ہر ایک (اپنے) مدار میں تیر رہا ہے، (یٰسین:40-38)"۔

نظامِ شمس و قمر کی من جملہ حکمتوں میں سے کچھ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(1) "یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ"۔

ترجمہ: "لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی) کاموں اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں، (البقرۃ:189)"۔

(2) "هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ".

ترجمہ: "وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دینے والا اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو، (یونس:5)"۔

اسلام کی عبادات میں سے نماز کے اوقات اور روزے کے سحر و افطار کا تعلق نظامِ شمسی سے ہے اور ماہِ رمضان کے آغاز و اختتام اور حج کا تعلق نظامِ قمری سے ہے۔

رمضان مبارک کے آغاز کا مدار "رویتِ ہلال" پر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ"۔

ترجمہ: "نئے چاند کو دیکھے بغیر رمضان کا آغاز نہ کرو اور نیا چاند دیکھے بغیر عید نہ مناؤ، اگر مطلع ابرآلود ہونے کی بنا پر (29 رمضان کو) چاند نظر نہ آئے، تو 30 کا مہینہ مکمل کرلو، (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1906، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1080)"۔

مستقل قمری کیلنڈر کا مسئلہ:

آج کل بعض جدّت پسند اہلِ علم یہ کہتے ہیں کہ رویت، علم کے معنیٰ میں ہے اور چونکہ موجودہ دور میں سائنسی اور

فنی ذرائع علم سے چاند کی رویت کا ظنِ غالب ہوجاتا ہے، تو اس پر اعتماد کر کے مستقل اسلامی کیلنڈر بنالیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ ''رویت'' کا حقیقی معنی آنکھ سے دیکھنا ہے اور اسے علم کے معنی میں لینا مجاز ہے۔ اور اصولِ فقہ کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کا حقیقی معنی لینا دشوار نہ ہو تو اسے مجاز پر محمول نہیں کریں گے۔ ہمارے نظامِ رویت کا مدار بنیادی طور پر رویتِ بصری پر ہے۔ لیکن اگر سائنسی اور فنی ذرائع سے ہمیں کسی چیز کا علمِ قطعی یا ظنِ غالب ہوجائے، تو شرعاً اس سے استفادہ کرنے میں حرج نہیں ہے بلکہ کرنا چاہیے اور ہم بہت سے دینی معاملات میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہم دینی مسائل کو شرعی اصولوں ہی کے مطابق حل کرتے ہیں، لیکن ان اصولوں کا اطلاق کرنے میں قطعی سائنسی معلومات پر مدار رکھ سکتے ہیں، مثلاً ہمارے قدیم فقہا کا خیال تھا کہ کان میں ایک راستہ یا نالی ہے جو معدے کی جانب جاتی ہے، لہٰذا انہوں نے یہ مسئلہ وضع کیا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اب چونکہ علمِ تشریح الاعضا (Anotomy) نے بہت ترقی کر لی ہے اور ہمیں قطعیت کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ کان میں کسی مائع (Liquid) چیز کے جانے کا کوئی منفذ (Rout) نہیں ہے، لہٰذا اب عصرِ حاضر کے فقہاء نے اس مسئلے کو تبدیل کیا اور قرار دیا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ بعض قدامت پسند علماء ابھی تک سابق تحقیق پر قائم ہیں اور یہ ہوتا رہتا ہے، جیسے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کے جواز کے مسئلے کو علماء کے درمیان قبولِ عام ملنے میں کافی وقت صرف ہوا اور اب غالب ترین اکثریت اسے تسلیم کر چکی ہے۔ اسی طرح قرائنِ عقلیہ، جو قطعی ہوں یا ظنِ غالب کے درجے میں ہوں، ان سے بھی قضا کے معاملات میں استفادہ کیا جاتا ہے اور فقہ میں اس کے شواہد (Evidences) بکثرت موجود ہیں۔ ہمارے ہاں چند منحرفین کو موجودہ نظام کا پابند بنانے میں حکومت ناکام ہے، تو محض سائنٹفک نظام کا پابند انہیں کون سی اتھارٹی بنائے گی؟۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا:

نئی قمری تاریخ کے تعیّن کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروبِ آفتاب کے بعد مطلع پر اس کے موجود ہونے کی مقدار وقت سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہلِ علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے۔ یہ سوچ اور طرزِ فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

''عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، قَالَ: فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، فَقَالَ أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ؟ قَالَ: فَقُلْنَا: لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ، فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ''۔

ترجمہ: ''ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرے کے لیے گئے، جب ہم وادیِ نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا: ''یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے'' اور بعض نے کہا: ''یہ دوسری تاریخ کا چاند لگتا ہے''۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی، تو ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) یہ صورتِ حال ان سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: ''تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا''؟، ہم نے کہا: ''فلاں رات کو''، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا، درحقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1088)''۔

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رویت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دورانیہ کم ہے یا زیادہ۔ اس لیے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر عالمانہ ہے۔ اسی طرح سائنسی حقیقت بھی یہی ہے، مثلاً کسی قمری مہینے کے 29 تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروبِ آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر 18 گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔ تو اس صورت میں چاند مطلع پر تو موجود ہے لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا یہ قمری مہینہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر 42 گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ 12 یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لئے ہوگا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم (Size) بھی بڑا ہوگا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی۔ لہٰذا میری اہلِ علم اور اہلِ وطن سے اپیل ہے کہ توہّمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہوسکتے ہیں؟

قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہوسکتے ہیں۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے علامہ قطب الدین شیرازی مصنف تحفۂ شاہیہ وزیج الغ بیگی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر 29 دن کے ہوسکتے ہیں، (فتاویٰ رضویہ، جلد: 26، ص: 423، رضا فاؤنڈیشن)''۔

امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

''2 یا 3 قمری مہینے مسلسل 29 کے ہوسکتے ہیں، 4 ماہ سے زائد ناقص نہیں ہوسکتے، (جلد: 3، ص: 357)''۔

ایک ماہرِ فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل 5 قمری مہینے 29 دن کے ہوسکتے ہیں، لیکن یہ سب

امکانات کی بات ہے، ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہیں ہے۔

شہادت کے ردّ وقبول کا اختیار قاضی کے پاس ہے:

شہادت کے ردّ وقبول کا اختیار قاضی کے پاس ہے، شریعت کا اصول بھی یہی ہے اور جدید دور کے قانونی ضوابط بھی یہی ہیں۔ شہادت علی الاطلاق حجت نہیں ہے، ورنہ شاہد خود قاضی بن جائے گا۔ گواہ کا کام قاضی کے سامنے گواہی دینا ہے، فیصلہ کرنا قاضی کا کام ہے۔ میں اس مسئلے کو ایک مثال سے واضح کروں گا، ایک مقدمۂ قتل میں مقتول کی لاش پڑی ہوئی ملی، جسے گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا، دو گواہوں نے عدالت میں حلفیہ گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ فلاں شخص نے اپنے پستول سے گولی مار کر اسے ہلاک کیا ہے۔ مگر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا، جب لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے جسم سے "تھری ناٹ تھری" کی گولی نکلی اور اسلحے کے ماہر نے کہا کہ اس پستول سے کوئی گولی نہیں چلائی گئی، تو کیا محض دو عینی شاہدوں کی بنیاد پر عدالت قصاص میں اس شخص کی سزائے موت کا حکم صادر کر دے گی؟، ہرگز نہیں۔ اگر شہادت علی الاطلاق حجت ہو اور جرح کے ذریعے اس کی صداقت کو جانچنے کا کوئی اعتبار نہ ہو تو پھر موجودہ نظام میں وکالت کے ادارے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی، جس کا کام ہی جرح کر کے گواہ کے صدق یا کذب کو جانچنا ہوتا ہے۔

آئے دن ہماری اعلیٰ عدالتیں (بشمول پشاور ہائی کورٹ) قتل اور دیگر مقدمات میں حلفیہ شہادتوں کو ردّ کرتی ہیں اور ان کے خلاف فیصلے دیتی ہیں، لیکن کبھی یہ سننے میں نہیں آیا کہ مسجد قاسم علی خان پشاور میں مولانا شہاب الدین پوپلزئی نے متوازی عدالت لگا کر ان شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ صادر فرما دیا ہو اور عدالت کے فیصلے کو اپنی یا گواہان کی توہین قرار دیا ہو۔

قضا ریاست کی طرف سے مفوّض ہوتی ہے:

رویتِ ہلال کا فیصلہ ایک قضا ہے اور اس کے لئے ایک ادارہ، مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان، قائم کیا گیا ہے۔ قاضی کے تقرر کا اختیار اسلامی شریعت اور جدید نظامِ آئین وقانون میں بھی خلیفہ یا سربراہِ مملکت کو ہے، کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ خود قاضی بن بیٹھے اور متوازی عدالت لگائے۔ پاکستان میں بھی (بشمول خیبر پختونخوا) کسی مسئلے میں پاکستان کی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے مقابلے میں متوازی عدالتیں نہیں لگائی جاتیں، یہاں تک کہ جب متحدہ مجلسِ عمل کی حکومت کے حسبہ بل کو سپریم کورٹ نے خلافِ آئین قرار دیا تو اس فیصلے کا بھی ان کی طرف سے ناپسندیدگی کے باوجود احترام کیا گیا۔ اسی طرح چیف جسٹس کیس میں حکومت نے اپنی خواہش کے برعکس سپریم کورٹ فل بنچ کے فیصلے کو تسلیم کیا۔ لیکن صرف رویتِ ہلال کے مسئلے پر خیبر پختونخواہ میں چند علماء متوازی عدالتیں لگا کر شہادتیں قبول کرتے ہیں اور فیصلے صادر

کرتے ہیں۔

یہ شرعی لوگوں کا غیر شرعی اقدام ہے اور یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے، ہر دور میں ان حضرات کا طرزِ عمل یہی رہا اور ہر دور میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے فیصلے سے ان چند حضرات نے اختلاف کیا اور اس سے مذہبی انتشار کو فروغ ملا اور مذہبی عناصر طعن و تشنیع کا نشانہ بنے۔ میرے نزدیک اس سلسلے میں متحدہ مجلسِ عمل کے سربراہ قاضی حسین احمد اور جنرل سیکریٹری مولانا فضل الرحمن کی ذمے داری ہے کہ وہ اس سلسلے کو کنٹرول کریں، کیونکہ متحدہ مجلس عمل کے قیام کا مقصد دینی قوتوں میں اتحادِ عمل اور اشتراکِ عمل کا فروغ تھا نہ کہ انتشار و افتراق۔

قضائے قاضی میں خطا واقع ہو، تب بھی وہ شرعاً و قانوناً مؤثر ہے:

اگر کوئی قاضی فیصلے میں دانستہ خیانت کرتا ہے تو وہ آخرت میں عنداللہ مسئول ہوگا، مگر فیصلہ بہر حال نافذ ہوگا۔ اور اگر اس سے فیصلے میں اجتہادی طور پر خطا واقع ہو جاتی ہے، تو وہ آخرت میں بری ہے اور اسے ایک اجر بہر حال ملے گا اور اس کا فیصلہ ہر صورت میں مؤثر اور نافذ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا فیصلہ قرآن یا سنتِ مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حدیث پاک میں ہے:

(۱) ”عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَىٰ نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ“۔

ترجمہ: ”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے پاس مقدّمات لے کر آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو مخالف فریق کے بہ نسبت (اپنے زورِ بیان کی وجہ سے) زیادہ مؤثر انداز میں پیش کرے اور میں اس سے سنے ہوئے واقعات کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، تو میں جس شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے دوں، تو وہ (اللہ کا خوف کرتے ہوئے) اسے نہ لے، بلکہ (وہ یہ سمجھے کہ) میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں، (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1713)“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہراً قاضی کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بعض اوقات خلافِ حقیقت بھی ہوسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی امور کا علم بھی عطا فرمایا تھا، لیکن ہر قاضی کے لئے ایسا ممکن نہیں ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم امت کے لیے فرمایا: اگر حقوق العباد کے معاملے میں قاضی کوئی فیصلہ کر دے اور مدّعی یا مدّعیٰ علیہ یہ جانتا ہے کہ اس فیصلے کے نتیجے میں اسے عدالت نے جو حق دیا ہے، وہ عنداللہ اس کا حق دار نہیں ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے، تو اسے آخرت کی جواب دہی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دنیا کی اس عارضی منفعت سے دستبردار ہو جانا چاہیے، ورنہ

یہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہوگا، یعنی ناحق دوسرے کا مال لینا آخرت کے عذاب کا باعث بن سکتا ہے۔

قاضی خطا سے معصوم نہیں ہوتا، وہ اس بات کا مکلف ہے کہ اپنی پوری علمی دیانت اور دستیاب حقائق وشواہد اور قرائن کی روشنی میں فیصلہ کرے، اس پر وہ عنداللہ ماجور ہوگا۔

(۲) ''عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ''۔

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں، (ان میں سے) ایک جنت میں ہوگا اور دو جہنم میں ہوں گے۔ جنت میں وہ شخص ہوگا، جس نے حق کو صحیح طور پر جانا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا اور جس شخص نے حق کو صحیح طور پر پہچانا مگر (جان بوجھ کر) ظلم پر مبنی فیصلہ کیا تو وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص (قضا کا اہل نہیں ہے مگر وہ منصبِ قضا کو قبول کر کے) جہالت پر مبنی فیصلے دیتا ہے تو وہ جہنم میں ہوگا، (سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: 3573)''۔

(۳) ''عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَإِنِ اجْتَهَدْتَ فَأَصَبْتَ الْقَضَاءَ، فَلَكَ عَشَرَةُ أُجُورٍ، وَإِنِ اجْتَهَدْتَ فَأَخْطَأْتَ، فَلَكَ أَجْرٌ وَاحِدٌ''۔

ترجمہ: ''عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے (منصبِ قضا پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے کے لیے) اجتہاد کیا اور صحیح فیصلہ کیا تو تیرے لیے دس اجر ہیں اور اگر (تو نے اپنی دیانت کے مطابق حق کو معلوم کرنے کی) پوری کوشش کی، لیکن حق کو سمجھنے میں تجھ سے خطا ہوگئی تو (تب بھی) تیرے لیے ایک اجر ہے، (مسند احمد: 17825)''۔

ہمارے میڈیا کا طرزِ عمل:

ہمارے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے طرزِ عمل میں بھی تضاد ہے۔ میڈیا کے معزز ذمہ داران اپنی رپورٹس اور تجزیاتی کالموں میں انتشار پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں، لیکن انتشار کی خبروں کو فروغ بھی دیتے ہیں اور کھل کر ان کی مذمّت بھی نہیں کرتے۔ پاکستان واحد ملک ہے جہاں رویتِ ہلال کے مسئلے پر کارٹون بھی بنتے ہیں اور کالم بھی لکھے جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں اظہارِ رائے کی آزادی ہے، ورنہ دیگر مسلم ممالک میں یہ روش نہیں ہے۔

بہت سے فاضل کالم نگاروں کے کالم پڑھنے کو ملتے ہیں، جن میں وہ آغاز تو اس سے کریں گے کہ سائنس کا دور ہے، دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور ہم ابھی رویتِ ہلال کے مسئلے پر جھگڑ رہے ہیں، لیکن پھر رویتِ ہلال کے فیصلے کو سائنسی بنیاد پر دیکھنے کے بجائے روزانہ کالم نگاری کی ضرورت کے تحت نشانۂ تضحیک بناتے ہیں۔ پس کالم کا اختتام آغاز کے برعکس

ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ اپنی ریاست کے بادشاہ ہوتے ہیں، اس لئے ہم ان کی خدمت میں یہی گزارش کر سکتے ہیں کہ

ع ہرچہ از دوست میرسد نکوست

(تفہیم المسائل: جلد 5 صفحہ 227 تا 249، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

’’سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟‘‘

(تحریر 2010ء)

ہمارے ہاں بعض اوقات یہ مطالبہ سامنے آتا ہے کہ پاکستان میں رمضانِ مبارک اور عیدالفطر کا فیصلہ سعودی عرب کے فیصلے کے تابع کر دیا جائے۔

یہ مطالبہ کرنے والے خیبر پختونخوا کے وہ حکمران ہیں جو پشاور، مردان اور چارسدہ کی بعض پرائیویٹ رویتِ ہلال کمیٹیوں کو کنٹرول کرنے اور رویتِ ہلال کے حوالے سے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کا فیصلہ تسلیم کرانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

صوبہ سندھ کی رویتِ ہلال کمیٹی کے ایک معزز رکن مفتی سید صابر حسین صاحب نے ایک مقالہ لکھا ہے، جس کا عنوان ہے:

’’سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟‘‘

میں ان کی اجازت سے اس مقالے کو اس مقام پر شاملِ اشاعت کر رہا ہوں تاکہ ہمارے نوجوان علماء اور عامِ قارئین کو اس مسئلے کے بارے میں صحیح معلومات دستیاب ہوں۔

سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟

گزشتہ کئی سالوں سے ملکِ خداداد پاکستان میں دو عیدوں کا مسئلہ انتہائی سنگین صورتِ حال اختیار کرتا جا رہا ہے، جو آگے چل کر کسی بڑے فساد و شر کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ اِسے دینی و مذہبی مسئلے سے ہٹا کر قومیت و عصبیت کا رنگ دینے کی گھناؤنی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سابقہ ریکارڈ کو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عیدین اور رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں اختلاف اکثریت کی رائے کے برخلاف پاکستان کے چند مخصوص علاقوں اور افراد کی جانب سے پیدا کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بالعموم پورے پاکستان اور بالخصوص اُن علاقے کے لوگوں کو دینی تہوار کے پُرمسرّت موقع پر انتہائی ذہنی کرب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ سب سے اہم اور قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے پوری دنیا میں نہ صرف مسلمانوں کو تضحیک و تمسخر کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ غیر مسلموں، نام نہاد مغرب زدہ اور مادیّت پرست لوگوں کو اِسلام پر کھل کر اعتراض کرنے کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔

مملکتِ پاکستان جو کہ پہلے ہی مختلف قسم کے داخلی و خارجی مسائل سے دوچار ہے، جن میں روز افزوں اضافہ ہی

ہوتا چلا جارہا ہے۔عوام الناس دہشت گردی ،مہنگائی ،غربت وافلاس ، بے روزگاری قتل و غارت گری ، بدعنوانی اور دنیا میں پاکستان کی گرتی ہوئی ساکھ جیسے گھمبیر مسائل سے دوچار ہیں اور اس بات کے خواہاں ہیں کہ اے کاش کہ اُن کے موجودہ مسائل کو حل کرنے والا کوئی مسیحا اُنہیں مل جائے ۔لہٰذا اگر ان حالات میں رویتِ ہلال کے مسئلے کو بھی قومیت و عصبیت کا جامہ پہنا کرلوگوں کے مسائل میں مزید اضافہ کیا جائے اوراس کی بنیاد پر اِنتشار پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو پھراس کے قبیح ودوررس نتائج کوسنبھالنا اِنتہائی مشکل ہوجائے گا۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل کی اَتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے کہ ہمارے ملک پرایسابراوقت کبھی نہ آئے اوراللہ رب العزّت پاکستان کوموجودہ گرداب سے نکال دے،(آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

اصل موضوع پرآنے سے پہلے قارئین کرام پر یہ واضح کرتا چلوں کہ حکومتِ پاکستان کی قائم کردہ صوبائی اور مرکزی رویتِ ہلال کمیٹیوں میں ملک کے تمام مسالک یعنی اہلسنّت ، دیوبندی، اہلِ حدیث اور اہلِ تشیع کے سرکردہ علماء حضرات کوشامل کیا گیا ہے۔ان کے علاوہ کمیٹی کے ساتھ فنی ماہرین ،جن میں محکمہ موسمیات ، پاکستان نیوی اور سپارکو کے نمائندے فنی معاونت کے لیے موجود ہوتے ہیں اور ان سب کی متفقہ رائے کی روشنی میں تمام ممبران کی موجودگی میں چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی چاند کی رویت یا عدمِ رویت کا اعلان کرتے ہیں۔اس موقع پر ممبرانِ کمیٹی کے علاوہ میڈیا کے نمائندے بھی ایک بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں،جو کمیٹی کی تقریباً کاروائی کی عکس بندی کر رہے ہوتے ہیں۔

راقم الحروف بھی گزشتہ سال سے صوبائی رویتِ ہلال کمیٹی،(صوبہ سندھ) میں رکن کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے،لہٰذااِن تمام معاملات کا چشم دید گواہ بھی ہے۔علاوہ ازیں کراچی میں موجودمسلکِ دیوبند کی معروف دینی درسگاہ جامعۃ الرشید میں قائم شعبۂ فلکیات کے سربراہ مولانا سلطان ہمیشہ چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں،معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔اِن کے تقریباً پچاس مراکز قائم ہیں اوران کی ماہانہ رپورٹس ان کے روزنامہ ''اسلام''اور ہفت روزہ رسالے میں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں۔

راقم الحروف نے کئی مرتبہ بچشم خودچیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کوچاند کے حتمی اعلان سے قبل مزید تشفی کے لیے جامعۃ الرشید کے شعبۂ فلکیات کے ماہرین سے رابطہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ عمل محترم چیئرمین صاحب کی معاملہ فہمی ،اعلیٰ ظرفی ،وسعتِ قلبی اور مسائل شرعیہ میں احتیاط کا بین ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ جامعۃ الرشید کا شعبۂ فلکیات اپنی ویب سائٹ پر ہر ماہ کے چاند کی رویت کے بارے میں اعداد وشمار کے ساتھ تفصیلی معلومات فراہم کرتا ہے۔گزشتہ سالوں کے ریکارڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاند کی رویت اور عدمِ رویت کے بارے میں مرکزی رویتِ ہلال کے سابقہ تمام اعلانات جامعۃ الرشید کی اِعلان کردہ تاریخ سے موافقت رکھتے

ہیں۔جبکہ مسجدِ قاسم علی خان کے علماء کا اعلانِ رویت جامعۃ الرشید کی اعلان کردہ تاریخ سے عموماً ایک دن پہلے ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات مبنی برحقیقت ہے کہ چاند کی رؤیت یا عدمِ رویت کا اِعلان شخصی رائے پر نہیں کیا جاتا، جیسا کہ بعض کم فہم اور عاقبت نااندیش لوگ کہتے ہیں، بلکہ شہادتوں کو ہر اعتبار سے پرکھنے اور تمام ارکان، علمائے کرام اور فنی ماہرین سے مشاورت کے بعد متفقہ طور پر کیا جاتا ہے۔

آج کل مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے ارکان درجِ ذیل ہیں:

(1) پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن، چیئرمین (اہلِ سنت وجماعت)

(2) مفتی محمد رفیق حسنی (اہلِ سنت وجماعت)

(3) علامہ شبیر احمد اظہری (اہلِ سنت وجماعت)

(4) مولانا شبیر احمد کاکاخیل (مسلکِ دیوبند و ماہرِ فلکیات)

(5) مولانا ابوالخیر آزاد (مسلکِ دیوبند)

(6) مولانا عبیداللہ پنہور (مسلکِ دیوبند)

(7) مولانا محمد قوی (مسلکِ دیوبند)

(8) مولانا قاری روح اللہ مدنی (مسلکِ دیوبند)

(9) میاں نعیم الرحمٰن (اہلحدیث مکتبۂ فکر)

(10) علامہ قاضی نیاز حسین نقوی (شیعہ اثنا عشری)

جبکہ زونل رویتِ ہلال کمیٹی سندھ میں درجِ ذیل افراد شامل ہیں:

(۱) علامہ قاری رضاء المصطفیٰ

خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی (اہلِ سنت وجماعت)

(۲) مولانا بشیر احمد نقشبندی (مسلکِ دیوبند)

(۳) مولانا اسد دیوبندی (مسلکِ دیوبند)

(۴) مولانا شاہ فیروز الدین رحمانی (اہلسنّت وجماعت)

(۵) مولانا حافظ محمد سلفی، جامعہ ستاریہ (اہلِ حدیث مکتبۂ فکر)

(۶) راقم الحروف مفتی سید صابر حسین (اہلِ سنت وجماعت)

(۷) مولانا محمد صابر نورانی (اہلِ سنت وجماعت)

(۸) علامہ سید علی کرّ ار نقوی (شیعہ اثنا عشری)

(۹) محترم محمد ریاض، چیف میٹرلوجسٹ (نمائندہ محکمہ موسمیات پاکستان)

(۱۰) محترم غلام مرتضیٰ، جنرل منیجر (نمائندہ پاکستان سپارکو

(Pakistan Space & Upper Atmosphere research Commission

(۱۱) جناب محمد توفیق، لیفٹیننٹ کمانڈر (نمائندہ پاکستان نیوی، ہائیڈرو گرافک ڈیپارٹمنٹ (Hydrographic Department)۔

ذیل میں زونل رویت ہلال کمیٹی (صوبہ سندھ) اور مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے تمام ارکان کی دستخط شدہ پریس ریلیز کا عکس منسلک کیا جا رہا ہے:

ہمارے ہاں رمضان و عیدین کے چاند کے مسئلے کے حل کے لئے مختلف مکتبہ ہائے فکر کی جانب سے کئی حل پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ پاکستان میں رمضان، عیدین اور دوسرے مہینوں کو سعودی عرب کے ساتھ منسلک کر دیا جائے یعنی سعودی عرب کے اِعلان کے مطابق پاکستان میں بھی رمضان اور عیدین کی جائیں تاکہ پوری دنیا میں رمضان و عیدین کے حوالے سے مسلم اُمّہ کے درمیان یکسانیت و وحدت پیدا ہو جائے، جو کہ ہر ایک درد دِل رکھنے والے مسلمان کی دیرینہ خواہش ہے۔

ایسا ممکن ہے یا نہیں؟، اِس کا حتمی اور یقینی فیصلہ اکابر علمائے کرام اور فلکیات کے ماہرین کریں گے۔ لیکن جہاں تک راقم الحروف کی رائے کا تعلق ہے، تو میری رائے میں ایسا ہونا چند وجوہ کی بنا پر عملاً ممکن نہیں، کیونکہ سعودی عرب میں رویتِ ہلال کا موجودہ طریقہ کار شرعی اور تیکنیکی اِعتبار سے درست اور قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سعودی عرب کا بسا اوقات پاکستان کی قمری تاریخ سے ایک دن اور بعض اوقات دو دنوں کا فرق ہو جاتا ہے، جس پر ہر ذی شعور مسلمان سوچنے پر مجبور ہے کہ سائنسی عروج و ترقی کے اِس زمانہ میں ایک دن کا فرق تو کسی حد تک قابلِ فہم ہے، لیکن دو دنوں کے فرق کو سمجھنا انتہائی مشکل اور مضحکہ خیز ہے۔ دو دِنوں کا فرق یہ ظاہر کرتا ہے کہ واقعتاً اُن کے طریقۂ کار میں خامی ہے اور اس میں اِصلاح کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ فلکیاتی اِعداد و شمار اور جغرافیائی اِعتبار سے بھی یہ ناممکن ہے کہ سعودی عرب میں چاند نظر آجائے اور اُس کے اگلے روز پاکستان میں چاند نظر نہ آئے۔ جغرافیہ اور فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق دنیا کے وہ خطے، جو مغرب کی جانب واقع ہیں، وہاں مشرقی علاقوں کی بہ نسبت سورج دیر سے غروب ہوتا ہے اور غروبِ شمس میں تاخیر کی وجہ سے چاند کی عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی سائنسی حقیقت ہے کہ چاند کی عمر میں جتنا اضافہ ہوگا، اُس کا نظر آنا اتنا ہی یقینی ہو جاتا ہے۔ اب اگر محلِ وقوع کے اعتبار سے پاکستان اور سعودی عرب کو دیکھا جائے تو

معلوم ہوگا کہ پاکستان سعودی عرب کے مقابلے میں مشرق کی جانب واقع ہے، جس کی وجہ سے یہاں سعودیہ سے تقریباً دو گھنٹے پہلے سورج غروب ہوتا ہے، لہٰذا پاکستان کا سعودیہ کی بہ نسبت مشرقی جانب ہونے کی وجہ سے یہ تو ممکن ہے کہ پاکستان میں چاند نظر نہ آئے اور سعودی عرب، جو کہ مغرب کی جانب ہے، میں چاند نظر آجائے کیونکہ سعودی عرب میں غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر میں پاکستان کے مقابلے میں دو گھنٹے کا اضافہ ہوجاتا ہے اور اُس کا نظر آنا کسی حد تک ممکن ہوجاتا ہے (اگر دوسری شرائط پوری ہورہی ہوں، جن کا ذکر آگے آرہا ہے) لہٰذا اگر چاند سعودی عرب میں نظر آجائے تو اگلے دن اگر موسم ابر آلود نہ ہو، تو چاند کی عمر میں مزید چوبیس گھنٹے کے اضافے کی وجہ سے پاکستان میں اس کا نظر آنا یقینی ہوتا ہے، لیکن اگلے دن پاکستان میں چاند نظر نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سعودی عرب کے نظامِ رویت میں کہیں نہ کہیں کوئی بڑی خرابی موجود ہے۔ انٹرنیٹ پر دستیاب مواد اور مختلف ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سعودی عرب کی عوام بھی اکثر و بیشتر اِس طریقۂ کار پر صدائے احتجاج بلند کرتی رہتی ہے، لیکن چونکہ وہاں شاہی حکم نامے کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے، لہٰذا یہ آواز دبادی جاتی ہے اور تشویش میں مبتلا لوگوں کو ڈرادھمکا کر خاموش رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ چاند کی رویت کے حوالے سے تحریر کردہ ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''سعودی رویت کے بارے میں ذاتی نوٹس Personal Notes on the Subject of Following Saudi Moon Sighting'' میں مقالہ نگار نے سعودی محکمہ قضاء الاعلیٰ کے رئیس شیخ صالح الحیدان کے ایک دھمکی آمیز بیان، جو انہوں نے ''عکاظ'' نامی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کو درج کیا کہ ''میں تمام لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور سچائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ ان معاملات میں دخل اندازی نہ کریں، جو ان کا میدان نہیں اور مجلس اس بات پر غور کررہی ہے کہ جو لوگ ہلال کے بارے میں اخبارات میں لکھتے ہیں، انہیں اس جرم پر ''سزا'' دی جائے، کیونکہ اس سے عدمِ واقفیت کی بنیاد پر عوام میں بہت انتشار ہوتا ہے''۔

(انٹرنیٹ ایڈیشن، صفحہ نمبر ۲۰: مقالہ نگار سے رابطے کے لئے: globalpeace@gmail.com)

گویا رئیس محکمہ قضاء الاعلیٰ جہاں لوگوں کو خشیتِ الٰہی کا درس دے رہے ہیں، وہاں اس سے کوسوں دور جاتے ہوئے اہلِ علم کی ہر قسم کی تنقید کو قابلِ تعزیر قرار دیتے ہوئے مثبت تنقید کا دروازہ بھی بند کررہے ہیں۔ گویا وہاں پر سرکاری سطح پر اعلانِ رویت کے خلاف بات کرنا یا علمی بحث کرنا جرم ہے اور وہاں کی حکومت اس بات کی پابند نہیں ہے کہ رویت کی شرعی و فنی وجوہ کو ریکارڈ پر لائے۔ یہ سب کچھ تو صرف پاکستان میں ممکن ہے، لہٰذا اہلِ پاکستان کو اس نعمتِ آزادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی اُن کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ خالص دینی و شرعی مسئلے کو لطیفوں، مزاحیوں، کارٹونوں اور غیر سنجیدہ سیاسی بحث و تمحیص کا موضوع نہ بنائیں۔ البتہ اگر اس موضوع پر اخبارات اور ٹیلی وژن چینلز سنجیدہ انداز میں علمی و فنی بحث کریں تو اس سے عوام میں آگہی اور شعور پیدا ہوگا۔

دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم ماہرینِ فلکیات اور ریاضی دان اس بات پر انتہائی حیران و ششدر رہتے ہیں کہ سعودی عرب کے اربابِ اقتدار کس ذہنیت کے حامل ہیں کہ چاند کے مطلع پر ممکنہ طور پر نظر نہ آنے کے باوجود بھی اسے بڑی آسانی سے دیکھ لیتے ہیں اور غیر حقیقی رویت کا اعلان بھی کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض عرب ممالک میں بھی اِس حوالے سے تشویش پائی جاتی ہے، جن میں مراکش پیش پیش ہے، جہاں زیادہ تر رمضان و عیدین پاکستان کے مطابق ہوتی ہیں۔ اِنٹرنیٹ پر دستیاب معلومات کے مطابق گزشتہ سال بھی مراکش میں عید الفطر ۲۱ ستمبر ۲۰۰۹ بروز پیر کو منائی گئی ہے حالانکہ مراکش پاکستان سے وقت کے اعتبار سے پانچ گھنٹے اور سعودی عرب سے تین گھنٹے پیچھے ہے، لہٰذا اگر سعودی عرب میں چاند نظر آ جائے تو مراکش میں بدرجہ اولیٰ نظر آنا چاہیے کہ اُس وقت تک چاند کی عمر میں سعودی عرب کے مقابلے میں تقریباً تین گھنٹے اضافہ ہو چکا ہوتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوتا، بلکہ سعودی عرب میں رویتِ ہلال کے اعلان کے باوجود مراکش والے چاند دیکھنے سے اکثر محروم رہ جاتے ہیں، حالانکہ وہاں چاند دیکھنے کے لیے پاکستان کی طرح ملکی سطح پر با قاعدہ ایک ادارہ قائم ہے، جو علمائے کرام اور ماہرینِ فلکیات و موسمیات پر مشتمل ہے۔ قارئین کی دلچسپی و معلومات کے لیے دوبارہ یہ تحریر کرتا چلوں کہ ماہرینِ فلکیات کی آرا کے مطابق مغربی ممالک میں رویتِ ہلال مشرقی ممالک کی رویت سے پہلے ہو گی اور سعودی عرب جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے مشرقی ممالک میں شامل ہے، لہٰذا اگر سعودی عرب میں رویتِ ہلال ہو جائے تو یقینی طور پر (اگر مطلع ابر آلود نہ ہو) مغربی ممالک میں بھی ہونی چاہیے، جبکہ مراکش میں (جس کا ذکر پہلے بھی آیا ہے) سعودی عرب کے کافی مغرب میں واقع ہونے کے باوجود (بلکہ مراکش کا تو ایک نام ہی "المغرب" ہے) اکثر اُس دن رویتِ ہلال نہیں ہوتی، جس دن سعودی عرب میں چاند کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ امریکہ، کینیڈا اور ویسٹ انڈیز جہاں سعودی عرب کے آٹھ گھنٹے بعد سورج غروب ہوتا ہے، مطلع صاف ہونے کے باوجود اکثر چاند نظر نہیں آتا، انتہائی تعجب کی بات ہے اور اہلِ فکر و نظر کے لئے قابلِ غور بھی۔ پس یہ امر شرعی و سائنسی دونوں اعتبار سے غیر معقول ہے کہ سعودی عرب کے اعلانِ رویت کو پاکستان میں نافذ کیا جائے۔

قارئینِ کرام کو آگاہ کرتا چلوں کہ پشاور، مردان اور چارسدّہ پاکستان کے وہ علاقے ہیں، جہاں سے ہر سال چاند کے پہلے نظر آنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور اِن ہی علاقوں میں مرکزی اور رویتِ ہلال کمیٹی سے بالاتر ہو کر الگ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا شہر جغرافیائی اِعتبار سے پاکستان کے دوسرے شہروں کے مقابلے میں انتہائی مشرق کی جانب واقع ہیں۔ لہٰذا اُوپر بیان کردہ مسلمہ اُصول کے مطابق اگر اِن علاقوں میں چاند نظر آ جاتا ہے، تو پھر پاکستان کے وہ علاقے، جو مغرب کی جانب واقع ہیں اور جہاں سورج مشرقی علاقوں کی بہ نسبت دیر میں غروب ہوتا ہے وہاں اگر مطلع ابر آلود نہ ہو، تو پھر یقینی طور پر وہاں چاند نظر آنا چاہیے۔ مگر مشاہدہ اور سابقہ ریکارڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہونے

کے باوجود مغربی علاقوں کے لوگ اکثر و بیشتر محروم رہ جاتے ہیں۔ اِس پر ہر صاحبِ عقل شخص سوچنے پر مجبور ہے کہ یقیناً دال میں کچھ کالا ہے۔ اِس حوالے سے سندھ کے ساحلی علاقے کراچی اور بدین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، کیونکہ ان علاقوں میں عام طور پر پاکستان کے مشرقی علاقے پشاور، مردان اور چارسدّہ کی بہ نسبت سورج آدھا گھنٹہ تاخیر سے غروب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے چاند کی عمر میں آدھا گھنٹہ اضافہ ہوجاتا ہے اور اُس کے نظر آنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ سعودی حکومت رویت کے معاملے میں غیر معمولی حساسیت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ نہ صرف اپنے ملک کے باشندوں کو بلکہ دنیا کے کسی دوسرے اسلامی ملک کے ماہرین کو ایک خالص دینی معاملے میں اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کی مہارت و تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی روادار ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کچھ ماہرین نے سعودیہ کے نظامِ رویت کو دیکھنے اور اُس کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اُنہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔

چنانچہ محترم خالد اعجاز مفتی لکھتے ہیں:

''سن ۱۹۷۹ عیسوی کے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اِسلامی ملک ترکی کا پانچ افراد پر مشتمل ماہرین کا ایک وفد شوّال المکرم کے چاند کو دیکھنے کے لئے سعودی عرب آیا اور اُس نے اُس وقت کے سعودی رئیس مجلسِ قضا شیخ عبدالعزیز بن باز سے ملاقات کر کے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور ہدی یا شفا پہاڑ، جو کہ عرب کے بلند ترین پہاڑوں میں سے ہیں پر چڑھ کر چاند کی رویت کی اجازت طلب کی تو انہوں نے یہ کہہ کر وفد کی خواہش کو رَدّ کر دیا کہ اِس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعد میں ۲۲ اگست ۱۹۷۹ کی شام سعودی حکومت نے یہ اِعلان کر دیا کہ ۲۳ اگست ۱۹۷۹ کو یکم شوّال المکرم ہے، لہٰذا کل عید ہوگی۔ وفد نے بعد میں اپنی جاری کردہ رپورٹ میں انکشاف کیا کہ اُس نے ۲۳ اگست کی شام شفاء پہاڑ پر چڑھ کر چاند کی رویت کی کوشش کی لیکن اُس دن بھی چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ اگر ۲۲ اگست کو چاند نکل چکا تھا تو ۲۳ اگست کو چاند کو دیر تک نظر آنا چاہیے تھا، (روَیتِ ہلال: مسئلہ اور حل، صفحہ نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲)۔'' اِسی طرح ایک اور مقام پر مصنّف رقمطراز ہیں: ''سعودی عرب کی شاہ سعود یونیورسٹی ریاض کے شعبہ طبیعات و نجوم کے عالم جناب این کردی نے اپنے ملک کے نظامِ رویتِ ہلال کے بارے میں انگریزی میں ایک مقالہ تحریر کیا، جو'' دی آبزرویٹری The Observatory'' کے شمارہ اگست ۲۰۰۳ء کے صفحات ۲۱۹ اور ۲۲۲ پر شائع ہوا۔ یہ مقالہ ویب سائٹ

www.articles.adsabs.harward.edu

پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

اِس مقالے میں انہوں نے محکمۂ عدل کی جانب سے اعلان کردہ آغازِ رمضان کی تاریخوں کی ایک فہرست

ترتیب دی ہے، جو مسلسل ۴۲ برسوں کا احاطہ کرتی ہے۔انہوں نے درجِ ذیل پانچ مقامات کو اپنے مطالعہ کا محور بنایا، جہاں رویتِ ہلال کی شہادتوں کے زیادہ تر دعوے کئے گئے ہیں۔ یہ مقامات دوامی، سودیر، حریق، تبوک اور دمام ہیں''۔آگے تحریر کرتے ہیں: ''اِن ۴۲ برسوں میں صرف دو تاریخیں ایسی ہیں، جن کی شام ماہرینِ فلکیات کے مطابق رویتِ ہلال ممکن تھی، پہلی ۲۶ جنوری ۱۹۶۳ء اور دوسری ۳۱ مئی ۱۹۸۴ء۔قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مؤخرالذکر مہینے کی درست رویت کو یوں غلط کردیا گیا کہ اِس مہینے کے آخر میں ۲۸ رمضان المبارک (28 جون 1984ء) کی شام حیرت انگیز طور پر شوال کا چاند دکھائی دیے جانے کا اعلان ہوگیا۔ جواز یہ قائم کیا گیا کہ غلطی کے باعث رمضان کے آغاز میں ایک روز کی تاخیر ہوگئی تھی،(رؤیت ہلال۔مسئلہ اور حل۔صفحہ نمبر ۱۳۰،۱۳۱)''۔

دارالعلوم کراچی کے مفتی تقی عثمانی صاحب اِس حوالے سے سعودی عرب کی رویت کے طریقۂ کار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سعودی عرب میں کئی مرتبہ چاند کی ولادت سے پہلے ہی شہادت کو معتبر ماننے کا جو واقعہ پیش آیا ہے، وہ احقر کی نظر میں محلِ نظر ہے اور متعدد سعودی علماء سے احقر نے گفتگو کی ہے، وہ بھی اِس معاملے میں پریشان نظر آئے، لیکن چونکہ مسئلے کا تعلق مجلسِ قضاء الاعلیٰ (ریاض) سے ہے، اِس لیے وہ بے بس تھے،(رؤیتِ ہلال: مسئلہ اور حل، بیک ٹائٹل)''۔

اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے مفتی حبیب الرحمٰن برطانیہ میں سعودی عرب کے اعلانِ رویت کو بنیاد بنا کر عید وغیرہ کرنے کے حوالے سے پوچھے گئے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''سہولت پسندی میں پڑ کر سعودی عرب کے مطابق اپنے یہاں رمضان اور عید کا اعلان کرنا درست نہیں۔اگر کوئی فتویٰ بھی اس طرح کا حاصل کرلیا گیا ہے تو یہ شرعی اُصول کے خلاف ہے۔پھر سعودی رویت کا جو حال آپ نے تحریر فرمایا ہے۔نیز اس کے مفاسد کی طرف جو توجہ دلائی ہے، اس کو پڑھنے کے بعد بھی آنکھ بند کر کے سعودیہ کی رویت پر اپنے یہاں فیصلہ نہ کرنا چاہیے۔آپ پوری قوت کے ساتھ مراکش کی رویت کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا رواج ڈالیں۔یہی اقرب الی الصحۃ ہے''۔یہ وہ فتویٰ ہے، جو ۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۴ ہجری بمطابق ۲۰ اپریل ۲۰۰۳ عیسوی کو جاری ہوا اور اس کی تصدیق کئی دوسرے مفتیوں کی جانب سے کی گئی۔

اسی طرح ملتان شہر کے معروف مدرسہ خیر المدارس کے مفتی عبدالستار صاحب اپنے ایک فتوی میں لکھتے ہیں کہ ''انتہائی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سعودیہ میں ۳۲ سال کا کیلنڈر گرین وچ کے مطابق مرتب کرلیا گیا ہے۔اسی کے مطابق رمضان و عید کا اعلان ہوتا ہے، چاند دیکھ کر یا شہادتِ شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جاتا''۔اسی طرح احسن الفتاویٰ میں سعودی عرب کی رؤیت کے بارے میں لکھا ہے کہ حکومتِ سعودیہ میں رویت ہلال کا فیصلہ مسلک حنفیہ کے خلاف

ہونے کے علاوہ بداہت کے خلاف بھی ہوتا ہے، اس لیے پاکستان کے لیے حجت نہیں۔صرف یہی فتاویٰ جات نہیں، بلکہ اِس طرح کے کئی مشاہدات وتجربات اور اقوال سے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔اِن حقائق کی موجودگی میں سعودی عرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اُن کے ساتھ رمضان وعیدین میں اتفاق کس طرح ممکن ہے؟ کیا محض عقیدت کی بنیاد پر رمضان اور شوّال کے آغاز کو مقدّم کر کے مسلمانوں کے ایک یا دو روزوں کو کوئی اپنے سر لے سکتا ہے؟، ہر گز نہیں! بلکہ شریعت کے منشاء اور حکم کے عین مطابق نظر آنے والے چاند کو دیکھ کر روزہ رکھا جائے گا اور چاند کو دیکھ کر ہی عید منائی جائے گی۔واضح رہے کہ درجِ بالا اقتباسات اُن لوگوں کے فتاوٰی سے لیے گئے ہیں، جنہیں پشاور اور مردان میں قبل از وقت چاند کا اعلان کرنے والے بھی اپنا پیشوا ومقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔لیکن شاید صرف اُن مسائل میں اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں، جن سے اُن کی نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے۔

سعودی عرب کے ساتھ عید کے ممکن نہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں قمری تاریخ کے تعین کے لیے جو اُمّ القریٰ کیلنڈر وضع کیا گیا ہے، وہ اِس لیے قابلِ اعتبار نہیں کہ پہلے اُس میں قمری مہینے کی ابتدا کرنے کے لیے چاند کی پیدائش کو اور پھر بعد میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ چاند کی پیدائش اور مطلعِ افق پر اُس کے مطلق ٹھہراؤ (جسے وجودِ قمر کہا جاتا ہے) کو معیار بنایا گیا ہے، یعنی اِعلانِ رویت کے لئے دو شرائط عائد کی گئی ہیں:

(۱) چاند کی پیدائش سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہوئی ہو۔

(۲) غروبِ قمر آفتاب کے غروب ہونے کے بعد ہو یعنی سورج کے غروب ہوجانے کے بعد اُفق پر چاند کے مطلق ٹھہراؤ، خواہ چند منٹ ہی کیوں نہ ہو، کو معیار بنایا گیا ہے۔چاند کی پیدائش سے مراد یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد اوسطاً تقریباً 29.5 دن میں ایک چکر مکمل کرتا ہے۔اس چکر کے دوران ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سورج، چاند اور زمین ایک مستوی (Plane) پر آجاتے ہیں اور چاند، زمین اور سورج کے درمیان آ ہوتا ہے، سائنسی اعتبار سے یہ کیفیت ''چاند کی پیدائش یا نیا چاند'' کہلاتی ہے۔اس وقت چاند پر گرنے والی سورج کی روشنی زمین پر نہیں پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے دنیا کی طاقتور ترین ٹیلی سکوپ سے بھی چاند کی روشنی کو دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔

اب اگر شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ بالا دونوں شرائط کا مطلق لگانا درست نہیں ہے۔پہلی شرط اس لیے درست نہیں کہ شرعی اعتبار سے پیدائشی نیا چاند اُس وقت تک ہلال نہیں بن سکتا جب تک کہ اُسے کھلی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا جائے اور سائنسی اعتبار سے یہ جب ہی ممکن ہے جب چند اور عوامل کی موجودگی میں چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے یا اُس سے زائد ہوجائے۔

جیسا کہ محترم خالد اعجاز مفتی اپنی کتاب ''رویتِ ہلال مسئلہ اور حل'' میں ''چاند کی عمر سے رویتِ ہلال معلوم

کرنے کے نکات'' بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: (۱) بیس گھنٹے سے کم عمر کا چاند دکھائی نہیں دیتا۔(۲) بیس سے تیس گھنٹوں کی عمر کا چاند کبھی دکھائی دے جاتا ہے، کبھی نہیں، اس کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔تیس گھنٹوں سے زائد عمر کا چاند مطلع صاف ہونے کی صورت میں چند مستثنیات کو چھوڑ کر عموماً نظر آجاتا ہے۔
(رؤیتِ ہلال: مسئلہ اور حل، صفحہ نمبر ۲۱۰)

بعض ماہرینِ فلکیات کم از کم تیس گھنٹے چاند کی عمر کو رویت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں۔لہٰذا درج بالا سائنسی حقائق کی روشنی میں چاند کو ہلال بننے کے لیے اپنی پیدائش کے بعد کبھی ایک دن اور کبھی ڈیڑھ دن بلکہ اِس سے بھی زیادہ درکار ہوتے ہیں۔لہٰذا چاند کی پیدائش اور قابلِ رویت ہونے میں کم از کم ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق لازمی ہے اور سعودی عرب نے جب تک چاند کی پیدائش (نیا چاند) کو قمری تاریخ کے لئے معیار بنائے رکھا، اُس وقت تک پاکستان کے ساتھ قمری مہینے کی ابتدا کرنے میں بعض دفعہ ایک دن اور کبھی دو دِنوں کا فرق سامنے آتا رہا، کیونکہ نئے چاند اور ہلال میں اتنا فرق آنا ممکن ہوتا ہے۔حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو یعنی شوّال کا آغاز کرو اور عید الفطر مناؤ۔اب اگر سعودی عرب کی مطابقت کی جائے تو لازمی طور پر ایسا ہوگا کہ روزے پہلے شروع ہو جائیں اور عید الفطر رمضان ہی میں منالی جائے، دونوں صورتوں میں متعدد شرعی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں، جن کا ذکر کتابچے کے اخیر میں آرہا ہے۔

جہاں تک دوسری شرط یعنی سورج کے غروب ہوجانے کے بعد اُفق پر چاند کے مطلق ٹھہراؤ، خواہ چند منٹ ہی کیوں نہ ہو، کو معیار بنانے کا تعلق ہے، تو اِس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بھی سائنسی و شرعی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔کیونکہ چاند کی حقیقی رویت کے لیے جہاں اُس کی پیدائش کے بعد ایک مخصوص مدّت کا گذر جانا شرط ہے، بالکل اِسی طرح سورج کے غروب ہوجانے کے بعد چاند کا مطلعِ اُفق پر ایک مخصوص وقت ٹھہرا رہنا بھی ضروری ہے، وگرنہ اُس کی رویت یعنی اسے دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔ماہرین کے مطابق عام طور پر نیا چاند دوسرے عوامل کی موجودگی میں اُس وقت تک رویت کے قابل نہیں ہوتا، جب تک وہ سورج کے غروب ہوجانے کے بعد تقریباً پچاس منٹ یا اُس سے زائد وقت تک اُفق پر نہ رہے۔اس سے کم وقت میں اُس کے نظر آنے کا امکان نہیں ہوتا ہے، البتہ اگر دیگر کیفیات اپنے اپنے معیار سے کافی بلند ہوں، تو مطلع غیر معمولی طور پر صاف ہونے کی صورت میں اس سے کم وقت میں بھی رویت ممکن ہوسکتی ہے، مگر ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے، (تلخیص از رؤیت ہلال مسئلہ اور حل)

اسی طرح اگر چاند سورج سے پہلے غروب ہوجائے تو پھر اس کا نظر آنا ناممکن ہوجاتا ہے کیونکہ چاند اُفق کے

نیچے جا چکا ہوتا ہے۔

مہینے کی ابتدا کرنے کے لیے چاند کی پیدائش کو معیار بنانے کی بجائے رویت یعنی دیکھنے کو معیار بنانے کا ثبوت قرآنِ مجید کی کئی آیاتِ کریمہ سے ملتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ''۔

ترجمہ: ''(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) لوگ آپ سے ہلالوں (ہلال کی جمع) کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو آپ (اُن سے) کہہ دیجیے: یہ (ہلال) مقررہ اوقات ہیں، لوگوں کے لیے (معاملات وعبادات) اور حج کے تعین کے لیے، (البقرہ:189)''۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اُس ہلال کا ذکر ہے جو لوگوں کو نظر آئے اور نیا چاند پیدا ہوتے ہی نظر نہیں آتا بلکہ اُس کے نظر آنے کے لیے کچھ وقت کا گذر جانا بھی ضروری ہے۔ اِسی طرح چاند کے بارے میں مشہور حدیثِ مبارک میں بھی پیدائش کا ذکر نہیں ہے بلکہ ''رویت'' کے الفاظ آئے ہیں، جس کے معنیٰ ''دیکھنے'' کے ہیں۔ یہ دیکھنا خود سے بھی ہوسکتا ہے اور کسی شرعی شہادت کے ذریعے سے بھی۔

سعودی عرب میں رویت کے حوالے سے اِن بنیادی خرابیوں کا پتا اِس سے بھی چلتا ہے کہ ایک دفعہ چاند کی تاریخ کے اعلان کیے جانے کے بعد اکثر و بیشتر تاریخوں میں کمی بیشی کی جاتی ہے۔ اِس حوالے سے ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۷ عیسوی کے ذوالحج کے مہینوں کے اِعلان اور بعد میں کیے جانے والے ردّوبدل کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اِس حوالے سے سعودی اخبار ''الوطن'' میں حمزہ المزنی نامی کالم نگار کا ایک مضمون انتہائی اہم ہے، جس میں ماہِ ذی الحج ۱۴۲۵ کے چاند کا پہلے اعلان کرتے ہوئے ۱۲ جنوری بروز بدھ یکم ذی الحج قرار دیا گیا۔ پھر کئی دنوں کے بعد اسّی سالہ دو بوڑھوں کی شہادت کو قبول کرتے ہوئے تاریخ کو پیچھے کردیا گیا اور یکم ذی الحج ۱۱ جنوری کو قرار دے دیا گیا۔ کنگ عبدالعزیز کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے ماہرین نے مجلس قضاء کے اس فیصلے کو چیلنج کرتے ہوئے اُن دونوں بوڑھوں کا انٹرویو لیا، لیکن اُن سے مطمئن نہ ہوسکے۔ ماہرین کا اُن بوڑھوں کی رویت کو چیلنج کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس دن کے بارے میں اُنہوں نے رویت کا اقرار کیا تھا، اُس دن غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر صرف ۳ گھنٹے تھی اور وہ سورج کے طلوع ہونے سے ۳ منٹ پہلے غروب ہوچکا تھا۔ کالم نگار حمزہ المزنی کا یہ مضمون ویب سائٹ ''*www.alwatan.com.sa/2005-01-20/writers*'' پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک سعودی عرب اور ہمارے ملک میں ناممکن دنوں میں شہادتوں کے آنے کا مسئلہ ہے، تو اس حوالے سے بھی چند اہم باتوں کو ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

سعودی عرب میں عام طور پر رویتِ عامہ نہیں ہوتی ہے یعنی مطلع صاف ہونے کے باوجود صرف چند لوگ ہی چاند کو دیکھ پاتے ہیں، جبکہ فقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر مطلع ابر آلود نہ ہو، تو رمضان المبارک اور عیدین کے چاند کے ثبوت کے لیے رویتِ عامہ کا ہونا ضروری ہے، یعنی یہ ضروری ہے کہ ایک جمِ غفیر چاند کے دیکھنے کی شہادت دے صرف چند افراد کی شہادت معتبر نہیں ہوگی۔ جمِ غفیر کی شہادت کے علاوہ فقہائے کرام ایک شرط یہ بھی لگاتے ہیں کہ اُس دن چاند کے نظر آنے کا اِمکان بھی ہو۔

آسان لفظوں میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ چاند کی رویت اس وقت معتبر ہوگی، جب اِس کی رویت پر کثرتِ شہادت اور اُس کے نظر آنے کا امکان بھی موجود ہو۔ اگر چاند کی رویت کی شہادت ایسے دنوں میں دی جائے، جن دنوں میں اُس کی پیدائش ہی نہ ہوئی ہو یا پیدائش تو ہوگئی ہو لیکن اُس کی عمر کے کم ہونے کی وجہ سے اُس کا نظر آنا ناممکن ہو، تو پھر شہادت معتبر نہ ہوگی۔

تبلیغی جماعت کے معتبر عالم مولانا انعام الحسن کاندھلوی لکھتے ہیں:

''حساب دان، جس تاریخ کو امکانِ رویت بتاتے ہیں۔ اس دن سے پہلے اگر رویتِ ہلال کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور یہ جمہور کے تعامل کے بھی خلاف ہے، (رویتِ ہلال: مسئلہ اور حل، بیک پیج)''۔

درجِ بالا حقائق کے تناظر میں سعودی عرب کی رویتِ ہلال کے طریقۂ کار کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں کبھی بھی رویتِ عامہ نہیں ہوتی، بلکہ صرف ایک یا دو افراد کی شہادت پر اعلان کر دیا جاتا ہے اور وہ اعلان بھی اس اعتبار سے مشکوک ہے کہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شہادتیں کہاں سے آئیں؟، کس نے لیں اور شہادت دینے والوں کی شرعی حیثیت مسلّم ہے یا نہیں؟، اس حوالے سے سعودی عرب میں رویتِ ہلال کی شہادت کو قبول کرنے والی چھ رکنی کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر صالح کا بیان، جو روزنامہ جنگ میں شائع ہوا بہت اہم ہے۔ روزنامہ جنگ لکھتا ہے: ''ڈاکٹر صالح اس چھ رکنی سرکاری سعودی رویتِ ہلال کمیٹی کے رکن ہیں، جن کے ذمے چاند دیکھے جانے کی شہادتیں لینے کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے ۴، اکتوبر کو انٹرنیٹ پر اپنا بیان جاری کیا کہ ان کو کسی نے چاند دیکھنے کی اطلاع نہیں دی اور نہ ہی وہ اس فیصلے سے مطمئن ہیں۔ انہوں نے انٹرنیٹ پر اپنا موبائل فون نمبر بھی دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ پچھلے بیس سالوں سے سعودی حکمرانوں کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ رمضان اور عیدین کے ایام کے غلط فیصلوں کو نافذ نہ ہونے دیں، لیکن مجلسِ اعلیٰ سے فیصلے صادر ہو جاتے ہیں، (روزنامہ جنگ لندن، ۱۱، اکتوبر ۲۰۰۵)''۔

سعودی عرب میں رویت کے حوالے سے انتہائی باخبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں پہلے شہادت دینے

والوں کوشاہی حکم نامے کے تحت انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ احقر کی نظر میں یہ عنصر بھی غیر شرعی شہادت کا باعث بن سکتا ہے۔

پاکستان کے چند شہروں میں قبل از وقت رویت کی شہادت کا واقعہ پیش آتا ہے، اُن کے بارے میں بھی اخبارات وغیرہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ایسی خبریں بھی چھپی ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ محض جلد بازی کی وجہ سے وقت سے پہلے چاند کی رویت کی جھوٹی شہادت دیتے تھے۔

اس بارے میں ایک واقعہ مفتی تقی عثمانی صاحب کے حوالے سے روزنامہ جنگ کے ۵، اکتوبر ۲۰۰۵ کی لندن اشاعت میں چھپا، جسے ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

''جسٹس مفتی تقی عثمانی نے ایک جگہ لکھا کہ انہوں نے ایک مولوی صاحب کو بیت اللہ پر زاروقطار روتے ہوئے دیکھا، تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ حضرت جلد بازی کر کے وقت سے پہلے روزہ اور عید کرواتے رہے، اب رو رو کر خدا سے معافی مانگ رہے ہیں''۔

اسی طرح ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کی اکتوبر ۲۰۰۵ کی اشاعت میں جناب بشیر نامی مضمون نگار نے ایک واقعہ یوں درج کیا ہے: ''احقر کے ہمسائے اچھے پکے تبلیغی اور ریلوے ملازم جناب ملک محی الدین لہڑی نے فرمایا کہ جماعت کے ایک ساتھی مقیم قریب سرحد نے روتے ہوئے بتایا کہ میں اور چند ساتھی رمضان اور عیدین کے چاند دیکھنے کی غلط شہادت دیتے تھے۔ چند غلط بہانوں اور تاویلات کا سہارا لے کر دل کو سمجھاتے اور ضمیر کو سلاتے تھے۔ اب توبہ واستغفار کیا ہے، دعا فرمادیں اللہ معاف فرمائے، بذریعہ خط یا ذاتی طور پر تصدیق کرا سکتے ہیں''۔

یہاں یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مشرقِ وسطٰی کے دوسرے ممالک کے لوگ بھی سعودی عرب کے ساتھ چاند نہیں دیکھ پاتے بلکہ وہ محروم رہتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو خیبر پختونخوا کے چند علماء اور اُن کے متبعین نے رمضان المبارک وعیدین کے چاند کو اپنے لیے ایک نفسیاتی مسئلہ بنالیا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ تصور قائم کرلیا ہے کہ انہیں رمضان وعیدین سعودی عرب کے ساتھ ہی کرنی ہے، لہٰذا اکثر اوقات چاند کے نظر نہ آنے کے باوجود بھی انہیں چاند نظر آجاتا ہے۔ اِس دعوے کا بین ثبوت یہ ہے کہ وہاں کے لوگ ان مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں مرکزی وزونل رویت کمیٹیوں کے اعلان کردہ تاریخ کے مطابق اپنے معاملات کرتے ہیں۔

اِس حوالے سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ گزشتہ سال پشاور چارسدّہ اور مردان کے کچھ علاقوں میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اِعلان کے بجائے خودساختہ رویتِ ہلال کمیٹی کے اِعلان کے مطابق مورخہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۹ بروز

اتوار عید کی گئی، حالانکہ اُس دن کسی بھی طور پر چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پورے پاکستان کے ماہرین اس غیر حقیقی اِعلان پر حیران و ششدر رتھے۔ مسجد قاسم علی خان پر آنے والی اِن جھوٹی شہادتوں کی قلعی اُس وقت کھلی، جب اگلے ماہ ذی القعدہ کا چاند ۳۰ شوال المکرم کی شام نظر نہیں آیا بلکہ اگلے دن نظر آیا حالانکہ اُس دن مسجد قاسم علی خان سے کیے گئے اعلان کے مطابق ۳۱ شوال المکرم تھی اور یہ بات ہر خاص و عام جانتا ہے کہ ۳۱ دنوں پر مشتمل کوئی قمری مہینہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ واقعہ بھی سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے اور اُن علماء اور لوگوں کے لئے سامانِ عبرت ہے، جو چاند کو عزّتِ نفس اور مسلکی مسئلہ بنا کر حق کا ساتھ دینے کے بجائے باطل کی تائید کرتے ہیں یا پھر خاموشی اِختیار کر کے نہ صرف مجرمانہ کردار ادا کرتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس ارشاد کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برائی کو روکنے کے طریقے ارشاد فرمائے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جو کوئی کسی برے کام کو ہوتے ہوئے دیکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر زبان سے روکے اور اگر ایسا بھی نہیں کرسکتا تو پھر اُسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزورترین درجہ ہے، (اَربعین نووی، حدیث نمبر: ۳۴)''۔

خیبر پختونخوا کے بعض علماء کی جانب سے کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اُنہوں نے رمضان و عید کے چاند کی رویت کے بارے میں حتمی طور پر پیشگی اِطلاع دیدی کہ فلاں تاریخ کو چاند نظر آجائیگا اور عید فلاں دن ہوگی۔ جیسا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مضمون بنام ''صوبہ سرحد اور رویتِ ہلال'' میں لکھا کہ ''لوگ اطمینان سے رمضان المبارک کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہورہے تھے کہ یکا یک معلوم ہوا کہ سرحد کے بعض علماء کا ایک اجلاس 21 رمضان المبارک مطابق 11 جون 85ء منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ چاند کی رویت ہو یا نہ ہو اٹھارہ جون کو تیس ماہ کا رمضان قرار دیا جائے اور انیس جون کو عید الفطر منائی جائے۔

یہ فیصلہ سراسر احکام شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ چاند انتیس کا بھی ہوسکتا ہے اور تیس کا بھی، انہیں کس نے بتایا کہ اس دفعہ چاند تیس کا ہوگا اور عید بروز بدھ 19 جون کو منائی جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ چاند انتیس کا ہوتا اور ایک روز قبل طلوع ہوتا اور ان کے حساب کے مطابق عید منگل کو منائی جاتی۔ دس دن قبل عید کا یہ تعین کم از کم شریعت اسلامیہ سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتا، (انٹرنیٹ ایڈیشن، http://www.urduweb.org/mehfil/showthreS.PHP)''۔

رویت ہلال کے طریقۂ کار میں درجِ بالا بنیادی خرابیوں کی موجودگی میں سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کو منسلک کرنا اپنی عبادتوں اور خاص دنوں کے فیوض و برکات کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اسلام میں رمضان المبارک اور عیدین وغیرہ محض تہوار نہیں ہیں کہ غیر مسلموں کی طرح ان میں خوشیاں منالی جائیں

اور بس، بلکہ انہیں عبادت کا درجہ حاصل ہے، جنہیں بجالانے کی صورت میں ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا وہ لوگ، جو حرمین شریفین کے ساتھ محض اِعتقادی اور جذباتی وابستگی کی وجہ سے سعودیہ کے ساتھ اِن ایّام ِمبارکہ کو منسلک کرنے کے خواہش مند ہیں، وہ اِس پر غور کریں کہ چاند کا مسئلہ صرف جذباتی نہیں بلکہ اِس کا تعلق عبادات و مخصوص اوقات سے ہے، جو اپنے اندر بے انتہا فوائد و برکات رکھتے ہیں۔لہٰذا اگر انہیں اپنے دنوں سے ہٹا کر آگے یا پیچھے کر دیا جائے تو یہ برکات حاصل نہیں ہوتیں۔واضح رہے کہ اگر چہ تمام ایام اور مہینے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں اِن میں کوئی فرق نہیں لیکن قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کے اعتبار سے اِن ایام اور مہینوں میں فرق ہے یعنی بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر درجہ اور فضیلت حاصل ہے۔مثال کے طور پر جمعۃ المبارک کو ہفتے کے باقی چھ ایام پر باعتبارِ درجہ فضیلت حاصل ہے۔اسی طرح رمضان المبارک کے مہینے کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین سے ماخوذ کچھ اوراد و وظائف کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اُن کو مقررہ دنوں یا وقت پر کرنے کی صورت ہی میں فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اگر سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کے انعقاد کو منسلک کیا جائے تو احقر کی نظر میں درجِ ذیل خرابیاں پیدا ہوں گی۔

(۱) رمضان کی صورت میں اگر رویت کا اعلان پہلے کر دیا گیا، تو پہلا روزہ شعبان کی آخری تاریخ میں واقع ہوگا۔ اَحناف کے نزدیک اسے ''یومِ شک'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس دن روزہ رکھنے کی ممانعت احادیثِ مبارکہ میں وارد ہے۔واضح رہے کہ ہمارے ملک پاکستان میں اکثریت اَحناف کی ہے۔اسی طرح یہ صریح حدیث کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ حدیث مبارک میں رمضان کو پہلے شروع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) رمضان المبارک اگر ایک دن پہلے شروع کر دیا جائے تو اس کا اثر اس کے آخری عشرے میں واقع طاق راتوں پر پڑے گا۔وہ اِس طرح کہ جن راتوں کو لوگ طاق رات سمجھ کر عبادت کر رہے ہوں گے، حقیقت میں وہ طاق نہیں بلکہ جفت راتیں ہوں گی اور قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں جس شبِ قدر کا تذکرہ ہے، وہ طاق راتوں میں پوشیدہ ہے۔لہٰذا لازمی طور پر اعتکاف کرنے والے اور دوسرے لوگ شبِ قدر کی فضیلت اور برکات کو پانے سے محروم رہ جائیں گے۔

(۳) اسی طرح اگر عید الفطر کا اعلان ایک روز پہلے کر دیا جائے تو اس سے ایک بہت بڑی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ لوگ رمضان کے آخری دن میں روزہ رکھنے کے بجائے کھا پی رہے ہوں گے۔یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ فرضیت کے اعتبار سے رمضان کا ہر روزہ ایک جیسی اہمیت اور فضیلت رکھتا ہے۔ اور حدیثِ مبارک میں ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے کفّارے میں کوئی شخص پوری زندگی بھی روزہ رکھے، تو اِس کا

کفّارہ ادا نہیں ہوسکتا۔ ہائے افسوس! کہ ہمارے ملک کے کچھ نادان لوگ اِس حقیقت کو سمجھے بغیر محض لوگوں کی اندھی تقلید میں روزے کے دن عید الفطر منا لیتے ہیں اور روزہ چھوڑنے کے گناہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔

(۴) عید الفطر کے ایک روز پہلے ہونے کی صورت پر غور کیا جائے، تو ایک اور خرابی معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ حدیث مبارک پر عمل کرتے ہوئے عید کے دوسرے روز شوّال المکرم کے چھ روزے میں سے پہلا روزہ رکھتے ہیں۔ اب اگر انہوں نے ایک دن پہلے عید کر لی تو اس صورت میں یہ ہوگا کہ انہوں نے عید کے روز شوّال المکرم کا پہلا روزہ رکھ کر اس حدیث مبارک کی عملی مخالفت کی کہ جس میں عید کو ''یومِ ضیافت یعنی مہمان نوازی کا دن'' قرار دے کر روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس دن شیطان اپنے غم کے اظہار کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ گو یا یہ روزہ شیطان کی موافقت میں ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان ملعون و مردود کی پیروی سے محفوظ رکھے۔

(۵) اسی طرح ذی الحج کے چاند کا اعلان پہلے کر دیا جائے تو مناسکِ حج اور قربانی کے دنوں کو اُن کے اصل دنوں سے ہٹا کر دوسرے دنوں میں کرنا لازم آئے گا اور پوری دنیا کے لاکھوں فرزندانِ توحید کا حج اور قربانی اپنے اصل دنوں سے ہٹنے کی وجہ سے شرفِ قبولیت نہیں پا سکے گی۔ کیونکہ حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ وقت سے پہلے کی جانے والی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

(۶) قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی نافرمانیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے اُن پر آنے والے عذاب کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ یہودیوں کی جملہ نافرمانیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ دن ہفتہ کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اُس کی توہین و بے ادبی کرنے کے لئے مختلف قسم کے حیلے بہانے اختیار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمانی کی وجہ سے اُن کی صورتوں کو مسخ کر دیا۔ لہٰذا ہمیں بھی یہ سوچنا ہے کہ صرف خوش اعتقادی کی وجہ سے کہیں ہم بھی اس گناہ کے مرتکب نہ ہوجائیں۔ کیونکہ باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ سعودیہ میں سالانہ تعطیلات کے تعین کی غرض سے بھی عید و حج کے ایام کو آگے پیچھے کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اِس عملِ قبیح سے محفوظ و مامون فرمائے، (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

آخیر میں سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کرنے کے خواہاں علماء حضرات اور عام لوگوں سے دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ درجِ بالا سطور کو پڑھنے کے بعد انتہائی تحمل مزاجی کے ساتھ غور کریں کہ کیا سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کر کے ہم اپنی عبادتوں کو ضائع نہیں کریں گے اور کیا ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب نہیں بنے گا؟۔ یقیناً ناراضی کا سبب بنے گا تو پھر ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں کس کا ساتھ دینا ہے؟۔ اگر واقعی میں سعودی عرب کے ساتھ عید منانے کے خواہش مند ہیں، تو پھر ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ سعودی حکمرانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے فیصلے زبردستی

دوسروں پر مسلط کرنے کی بجائے پوری دنیا بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں میں سعودیہ کی موجودہ نظامِ رویت کے بارے میں پائے جانے والے تحفظات(Reservations) کا تدارک کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سعودی حکومت پوری دنیا کے ہر مکتبۂ فکر کے علمائے کرام، ماہرینِ فلکیات وموسمیات کو اپنا نظامِ رؤیت عملی طور پر دیکھنے کا بھرپور موقع دیں اور اُن کو شرعی اور فنّی ہر اعتبار سے مطمئن کریں۔ اگر سعودی حکومت ایسا کرنے پر راضی ہوجائے، تو پھر ممکن ہے کہ علمائے کرام سعودی عرب کے ساتھ عید کے انعقاد یا عدمِ انعقاد کے بارے میں شرعی اُصولوں کے تحت اپنی رائے دے سکیں۔

رویتِ ہلال کے شرعی ثبوت کے لیے فقہائے کرام کے بیان کردہ اُصول

(۱) شعبان المعظّم کی ۲۹ تاریخ کی شام کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ چاند نظر آجانے کی صورت میں اگلے دن رمضان المبارک کی ابتدا کردی جائے، وگرنہ شعبان المعظّم کے ۳۰ دن پورے کرکے رمضان المبارک کا آغاز کیا جائے۔

(۲) اگر ۲۹ شعبان المعظّم کو مطلع ابر آلود نہ ہو، تو رمضان المبارک اور عید دونوں کا چاند نظر آنے کی شہادت جمِ غفیر یعنی ایک بڑی جماعت کی جانب سے دی گئی ہو۔ اگر چند افراد نے شہادت دی، تو قاضی اُسے قبول نہیں کرے گا۔ جمِ غفیر کی تعداد کے بارے میں فقہائے کرام کی متعدد آرا ہیں۔ بعض کے نزدیک ۵۰۰ سو، بعض کے نزدیک ۱۰۰۰ جمِ غفیر ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ جمِ غفیر سے مراد کم از کم پچاس افراد ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قاضی کی صواب دید پر ہے کہ حالات وواقعات کو دیکھ کر جمِ غفیر ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرے، جیسا کہ درّ مختار میں بھی یہی درج ہے۔

(۳) مطلع ابر آلود ہو، تو عید کے چاند کے شرعی ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں قاضی کے روبرو شہادت دیں اور قاضی ہر اعتبار سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد اُن کی شہادت قبول بھی کرلے۔ لیکن اگر شہادت اِمکانِ رویت کے مسلمہ سائنسی اُصولوں کے قطعی خلاف ہو، تو جرح کرکے اُسے ردّ کیا جاسکتا ہے۔ شہادت کا ردّ وقبول قاضی کا اختیار ہے۔

اِظہارِخیال!

حمد وثنااور درود بر خیر الانام کے بعد فاضلِ نوجوان مفتی حافظ سید صابر حسین شاہ صاحب ممبر زونل رویتِ ہلال کمیٹی (سندھ) کا تصنیف کردہ کتابچہ بنام ''سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟'' کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ مولانا اس سے پہلے بھی کئی اہم موضوعات پر کتب لکھ چکے ہیں۔ رویتِ ہلال کمیٹی سے منسلک ہونے کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ایک ہی ملک میں دو تین عیدیں منائی جارہی ہیں، تو انہوں نے فلکیات کے متعلق مطالعہ اور شرعی رویتِ ہلال کی حیثیت اور اس سے متعلقہ شرعی احکام کی ضرورت کو محسوس کیا، چنانچہ انہوں نے اس کتابچہ کو مرتب کیا۔

کتابچہ نہایت سلیس، عام فہم اور مدلّل ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جولوگ سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کے اِنعقاد کو ترجیح دیتے ہیں، مولانا نے انہیں کے اسلاف کی تحریروں سے ان کا ردّ بلیغ فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے مطالع مختلف ہیں اور دن رات میں کافی فرق ہے، لہٰذا اسی وجہ سے عید کا ایک ساتھ ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ نیز شرعاً ایک ساتھ عید کرنا کوئی فرض، واجب یا مستحب نہیں ہے، جس پر اصرار کیا جائے۔ جب نماز کے اوقات مختلف ہیں، روزہ رکھنے اور کھولنے کے اوقات بھی مختلف ہیں، جبکہ اس پر کوئی یہ نہیں کہتا کہ روزہ بھی سعودی عرب کے وقت کے مطابق کھولیں گے تو عید منانے میں اصرار کیوں؟، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا کرے۔

یہ کتابچہ یقیناً صائب الرّائے اور متلاشیانِ حق کیلئے مفید ہوگا۔ میری دُعا ہے: اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔

محمد اسماعیل غفرلہ

خادمِ دارالحدیث ودارالافتاء، دارالعلوم امجدیہ کراچی

اِظہارِخیال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَمَّابَعْدُ:

میں نے حضرت علامہ مولانا مفتی سید صابر حسین شاہ زِیْدَ مَجدہ الکریم مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی کا زیرِنظر مقالہ ''سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟'' اول سے آخر تک پڑھا۔ میں ان کی تائید کرتا ہوں۔

مولانا نے نہایت اِختصار کے ساتھ حقائق کا ذکر فرمایا ہے، اُمید ہے کہ قارئین اتفاق کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ

مولانا کی یہ کاوش سعودی عرب کے علماء کے لیے غور وفکر کی دعوت ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

محمد رفیق حسنی

رکن مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان

شیخ الحدیث و مفتی جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم، گلستانِ جوہر

(تفہیم المسائل: جلد 5 صفحہ 250 تا 273، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)



تیس رمضان کو دن کے وقت چاند نظر آنے سے متعلق شرعی مسائل

رویتِ ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

سوال:

30 رمضان المبارک کی شام غروبِ آفتاب سے قریب 20 منٹ پہلے ہمارے شہر میں چاند نظر آ گیا، معتکفین نے اعتکاف ختم کر دیا، کچھ لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور چند ائمۂ مساجد نے بھی اِس کی حوصلہ افزائی کی اور مساجد سے چاند نظر آنے کا اعلان کیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑا، اُن کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ صرف روزہ کی قضا کریں یا کفارہ بھی ادا کریں؟، اس کے بعد لوگوں کو یہ اشتباہ ہو رہا ہے کہ کہیں یہ یکم شوال المکرم یا عید الفطر کا دِن تو نہیں تھا؟، کیا یہ درست ہے؟، (جنید، میانوالی)۔

جواب:

اس سال جمعرات 09 ستمبر یعنی 29 رمضان المبارک کی شام کو شوال المکرم کا چاند نظر نہیں آیا تھا، لہٰذا جمعۃ المبارک 10 ستمبر کو 30 رمضان المبارک تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں ایک مزید روزے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُس دِن سہ پہر کو غروبِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے اسلام آباد اور بعض علاقوں میں لوگوں کو چاند نظر آ گیا۔ اس سے لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے، کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہم بہت سے توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض باتیں جو روایتی طور پر چلی آ رہی ہیں، ہم اُن کے حصار سے نہیں نکل پاتے اور اس میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات میں بھی بعض اوقات کوئی فرق نہیں رہتا، خواہ جدید سائنسی علم ہو یا دینی علم۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم صرف نظریاتی (Theoratical) ہوتا ہے، عملی (Practical) اور اِطلاقی (Applied) نہیں ہوتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ بعض روزے داروں نے روزہ توڑ دیا اور بعض معتکفین نے اعتکاف توڑ دیا۔ کم علمی کے سبب بعض مساجد سے غروبِ آفتاب سے پہلے چاند نظر آنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کے تمام ضروری پہلوؤں پر گفتگو کریں تاکہ جو لوگ مثبت ذہن کے مالک ہیں اور روایات و توہُّمات کے اسیر نہیں ہیں، اُن میں آگہی (Awairness) پیدا ہو اور کھلے دل و دماغ کے ساتھ وہ حق بات کو قبول کریں۔ یہ علمی بحث اس لئے ضروری ہے کہ یہ شریعت کا ایک دائمی اور ہمیشہ جاری رہنے والا مسئلہ ہے۔

قمری مہینے کا دورانیہ:

قمری مہینہ یا تو 29 دن کا ہوتا ہے یا 30 دن کا۔ حدیث پاک میں ہے:

"سَمِعْتُ ابنَ عُمَرَ یَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا،یَعنِی ثَلَاثِیْنَ ،ثُمَّ قَالَ وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا ،یَعْنِی تِسْعاً وَعِشْرِیْنَ ،یَقُوْلُ مَرَّۃً ثَلَاثِیْنَ ،وَمَرَّۃً تِسْعاً وَّعِشْرِیْنَ"۔

ترجمہ:"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے (اپنے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کشادہ کر کے تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: (قمری مہینہ) اس طرح ،اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے،یعنی پورے تیس دن کا۔ پھر آپ ﷺ نے (اسی طرح تین بار اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے تین بار اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: (قمری مہینہ) اس طرح ،اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے،(اور آخری بار آپ نے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو دبالیا) یعنی 29 دن کا۔یعنی کبھی مہینہ پورے 30 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 29 دن کا،(صحیح بخاری،رقم الحدیث:5302)"۔

کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہو سکتے ہیں؟

شریعت میں اس طرح کا کوئی طے شدہ ضابطہ نہیں ہے کہ سال میں کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے یا مسلسل 29 دِن کے ہو سکتے ہیں؟۔قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں۔امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے علامہ قطب الدین شیرازی مصنف تحفۂ شاہیہ وزیج الغ بیگی کے حوالے سے لکھا ہے:"زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر 29 دن کے ہو سکتے ہیں"۔
(فتاویٰ رضویہ، جلد:26،ص:423،رضا فاؤنڈیشن)

امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

"2 یا 3 قمری مہینے مسلسل 29 دِن کے ہو سکتے ہیں، 4 ماہ سے زائد مسلسل 29 دِن کے نہیں ہو سکتے،(جلد:3، ص:357)"۔

ایک ماہرِ فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل 5 قمری مہینے 29 دن کے ہو سکتے ہیں،لیکن یہ سب امکانات کی بات ہے،ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہیں ہے۔ہمارے پاس اِس کی سائنسی توجیہ کا ایک چارٹ موجود ہے جسے ہم یہاں جگہ کی تنگی کے باعث شامل نہیں کر پا رہے،ہماری فتاویٰ کی کتاب "تفہیم المسائل" جلد ششم میں یہ ساری تفصیلات چارٹ کے ساتھ موجود ہیں جو کہ شائع ہو چکی ہے۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا:

نئی قمری تاریخ کے تعیّن کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروب آفتاب کے بعد مطلع پر

اس کے موجود ہونے کی مقدار وقت (Timing) سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہلِ علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے۔ یہ سوچ اور طرزِ فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

''عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ: تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، قَالَ :فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، فَقَالَ أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ؟، قَالَ فَقُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ، فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ''۔

ترجمہ: ''ابوالبختری بیان کرتے ہیں: ہم عمرے کے لیے گئے، جب ہم وادیٔ نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا: ''یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے'' اور بعض نے کہا: ''یہ دوسری تاریخ کا چاند لگتا ہے''۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی، تو ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) یہ صورتِ حال ان سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: ''تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا''؟، ہم نے کہا: ''فلاں رات کو''، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لئے اسے بڑھا دیا، درحقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے، (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1088)''۔

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رویت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دورانیہ کم ہے یا زیادہ۔ اس لیے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر عالمانہ ہے۔ اسی طرح سائنسی حقیقت بھی یہی ہے، مثلاً کسی قمری مہینے کے 29 تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروبِ آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر 18 گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔ تو اس صورت میں چاند مطلع پر موجود تو ہے، لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا یہ قمری مہینہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر 42 گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ 12 یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لیے ہوگا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم (Size) بھی بڑا ہوگا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی۔ لہٰذا میری اہلِ علم اور اہلِ وطن سے اپیل ہے کہ توہّمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

اِس موضوع پر ہم رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کے مضمون کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں:

نئے چاند کی جسامت (سائز) بڑی محسوس ہونے پر غلط رویت ہونے کا قیاس

’’بعض لوگ قمری مہینے کی 30 تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا، اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جاسکتا ہے۔

قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور 20 سے 30 گھنٹے کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر 50 سے بھی زائد گھنٹوں تک ہوسکتی ہے، لہٰذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت (Size) کے حامل ہوتے ہیں، اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

مثال (1):

ایک قمری مہینے کی 29 تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر 21 گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہٰذا رویت ہلال ہوگئی۔ اگر اس کی عمر 18 گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا بلکہ اگلی شام کو مزید 24 گھنٹے گزر جانے کے باعث (42=24+18) گھنٹے کی عمر ہوجانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔ اب اندازہ کیجیے کہ نیا چاند اول صورت میں 21 گھنٹے کی عمر میں نظر آگیا جبکہ صورت دوم میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ دونوں چاند پہلی رات کے ہیں لیکن مؤخر الذکر صورت میں اس کی عمر دوگنا ہوجانے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہوگا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہوگا جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

مثال (2):

یہ کم از کم کیفیت ہے، نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہوسکتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ 20 سے 30 گھنٹوں کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ 24 گھنٹے کی عمر کا چاند دیگر فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا۔ (جیسا کہ پچھلے عنوان کے تحت نقشہ اول میں ہم اس کے عملاً واقع ہونے کی صورت میں دیکھ چکے ہیں)۔ جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اس کی عمر (42=24+18) گھنٹے ہوچکی ہوگی، لہٰذا وہ مثال اول میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بھی بڑا ہوگا۔

مثال (3):

یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری رات کے چاند سے بھی بڑا ہوسکتا ہے۔ مثال اوّل میں

21 گھنٹے کی عمر کا چاند نظر آ گیا لہٰذا اگلی شام کو جب یہ دوسری تاریخ میں داخل ہو گیا تو اس کی عمر (21+24)45 گھنٹے ہو گی۔ مثال دوم میں پہلی رات کا چاند 48 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا48 گھنٹے کی عمر کا چاند دوسری رات کے 45 گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ تیس کے چاند کی جسامت کو بڑا دیکھ کر یہ قیاس کرنا کہ یہ ضروری طور پر دوسری رات کا چاند ہے، درست نہیں۔

چودھویں رات کے چاند سے رویتِ ہلال کی درستگی کا اندازہ کرنا:

عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ رویت ہلال کے مطابق چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں، یہ معیار قطعاً درست نہیں۔ چاند کی روشن جسامت ہر لمحے مسلسل بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے ''فل مون(Full Moon)'' یا ''ماہِ کامل'' کہتے ہیں اور یہ وقت کرۂ ارض پر صبح، دوپہر، شام اور رات کے چوبیس گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لمحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا۔

محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر بھی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی انجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ماہرین فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہِ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رویت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں''۔

دِن کے وقت نظر آنے والے چاند کے بارے میں وضاحت:

چاند کی رویت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دِن کے وقت نظر آنے والا چاند، خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں، آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا اور اب جو رات آئے گی، مہینے کا آغاز اُسی سے ہو گا، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

"وَرُؤيتُهٗ بِالنَّهَارِ لَيْلَةَ الآتِيَةِ مُطْلَقاً عَلَى الْمَذْهَبْ"۔

ترجمہ: ''اور جو چاند دِن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا شمار کیا جائے گا''۔

علامہ ابن عابدین شامی اِس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''أَيْ سَوَاءٌ رُئِيَ قَبْلَ الزَّوَالِ أَوْ بَعْدَهُ (وَقَوْلُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ): أَيْ الَّذِي هُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ قَالَ فِي الْبَدَائِعِ: فَلَا يَكُونُ ذٰلِكَ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ عِنْدَهُمَا وَقَالَ أَبُويُوسُفَ: إِنْ كَانَ بَعْدَ الزَّوَالِ فَكَذٰلِكَ وَإِنْ كَانَ قَبْلَهُ فَهُوَ لِلَّيْلَةِ الْمَاضِيَةِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ۔

وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ هِلَالُ شَوَّالٍ فَعِنْدَهُمَا يَكُونُ لِلْمُسْتَقْبَلَةِ مُطْلَقًا وَيَكُونُ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ وَعِنْدَهُ لَوْ قَبْلَ الزَّوَالِ يَكُونُ الْمَاضِيَةَ وَيَكُونُ الْيَوْمُ يَوْمَ الْفِطْرِ، لِأَنَّهُ لَا يُرىٰ قَبْلَ الزَّوَالِ عَادَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ لِلَيْلَتَيْنِ، فَيَجِبُ فِي هِلَالِ رَمَضَانَ كَوْنُ الْيَوْمِ مِنْ رَمَضَانَ، وَفِي هِلَالِ شَوَّالٍ كَوْنُهُ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَالْأَصْلُ عِنْدَهُمَا أَنَّهُ لَا تُعْتَبَرُ رُؤْيَتُهُ نَهَارًا، وَإِنَّمَا الْعِبْرَةُ لِرُؤْيَتِهِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، أَمَرَ بِالصَّوْمِ وَالْفِطْرِ بَعْدَ الرُّؤْيَةِ فَفِيمَا قَالَهُ أَبُويُوسُفَ مُخَالَفَةُ النَّصِّ۔

وَفِي الْفَتْحِ: أَوْجَبَ الْحَدِيثُ سَبْقَ الرُّؤْيَةِ عَلَى الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ، وَالْمَفْهُومُ الْمُتَبَادَرُ مِنْهُ الرُّؤْيَةُ عِنْدَ عَشِيَّةِ آخِرِ كُلِّ شَهْرٍ عِنْدَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الزَّوَالِ مِنَ الثَّلَاثِينَ وَالْمُخْتَارُ قَوْلُهُمَا''۔

ترجمہ: ''یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے)، ''مذہب پر'' ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کا ہے۔ ''بدائع الصنائع'' میں فرمایا: پس طرفین (امام اعظم اور امام محمد) کے نزدیک وہ دن رمضان کا نہیں ہوگا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں: اگر زوال کے بعد نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دِن رمضان کا ہوگا اور ائمۂ احناف کے اسی اختلاف پر (امام ابو یوسف کے نزدیک) یہ شوال کا چاند ہے یعنی طرفین (امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد) ہر صورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شبِ گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لیے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اِس کے کہ دو رات کا چاند ہو، پس ہلالِ رمضان میں وہ دِن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دِن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دِن کی رویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑو، (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1909)''۔

پس صوم و افطار کا حکم رویت کے بعد ہے، اِس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔ ”فتح القدیر“ میں ہے:

حدیث شریف میں روزہ رکھنے یا عید منانے کے لیے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے، صحابہ کرام، تابعین اور اُن کے بعد والے (ائمہ کرام) کے نزدیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروبِ آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل کی رویت معتبر نہیں ہے اور مختار قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے، (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 3، ص: 322، داراحیاء التراث العربی، بیروت)“۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا:

”اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟، آپ نے جواب میں لکھا:

”کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اُس وقت کھولو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، ترجمہ: ”پھر روزہ کو شام تک پورا کرو، (بقرہ: 187)“۔

درمختار میں ہے:

”لَاعِبْرَةَ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ نَهَارًا مُطْلَقًا عَلٰى مَذْهَبِ الْاِمَامِ الصَّحِيْحِ الْمُعْتَمَدِ، وَاَمَّا عَلٰى قَوْلِ الثَّانِيْ مِنْ اَنَّهٗ اِنْ رَاٰى قَبْلَ الزَّوَالِ فَلِلْمَاضِيَّةِ فَلَيْسَ الْاِفْطَارُ بِمَعْنٰى نهارَ الصَّوْمِ بَلْ لِثُبُوْتِ الْعِيْدِ عِنْدَهٗ بِذَاكَ وَلَيْسَ هٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ ﷺ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَلَّا يُوْجِبُ الصَّوْمَ بِمُجَرَّدِ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَهٰذَا وَاضِحٌ جِدًّا“۔

ترجمہ: ”امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام ابو یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنیٰ نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوتِ عید ہو رہا ہے، کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور ﷺ کے فرمان مبارک ”چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو“ کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کر و ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے“۔
(فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص: 389-388، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعتکاف خواہ قصداً توڑا ہو یا کسی عذر کے سبب، اُس کی قضا واجب ہے اور جس دن توڑا فقط اُس ایک دِن کی قضا لازم ہے، یہ قضا روزے کے ساتھ ہوگی۔

علامہ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''وَإِذَا فَسَدَ الْاِعْتِكَافُ الْوَاجِبُ، وَجَبَ قَضَاؤُهُ، فَإِنْ كَانَ اِعْتِكَافُ شَهْرٍ بِعَيْنِهِ ،إِذَا أَفْطَرَ يَوْمًا يَقْضِي ذٰلِكَ الْيَوْمَ''۔

ترجمہ:''اور جب اعتکاف واجب فاسد ہوگیا تو اُس کی قضا واجب ہے، پس اگر وہ کسی معین مہینے کا اعتکاف تھا، تو جس دن افطار کیا (یعنی اعتکاف فاسد ہوا)، اُسی ایک دن کی قضا اُس کے ذمے لازم ہے''۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد1، ص:213)

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کر کے فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے (یعنی روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف)، اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں، کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہوگیا، (تبیان القرآن، جلد1، ص:739)''۔

جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اُن کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اُس ایک روزے کی قضا رکھیں، کفارہ لازم نہیں۔ اِس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی سبب سے رَد کردی گئی، مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اُس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اس نے خود عید کا چاند دیکھا ہے، مگر اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

''(رَأَى) مُكَلَّفٌ (هِلَالَ رَمَضَانَ أَوِ الْفِطْرِ وَرُدَّ قَوْلُهُ) بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ (صَامَ) مُطْلَقاً وُجُوباً ،وَقِيلَ نَدْباً (فَإِنْ أَفْطَرَ قَضٰى فَقَطْ) فِيهِمَا لِشُبْهَةِ الرَّدِّ''۔

ترجمہ:''کسی عاقل بالغ نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اُس کا قول دلیلِ شرعی کی بنا پر رَد کردیا گیا (یعنی اس کی گواہی قبول کر کے اس پر فیصلہ نہیں کیا گیا)، تو اس کے لیے مُطلقاً روزہ رکھنا واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے روزہ رکھنا مستحب ہے، اگر روزہ نہ رکھا تو فقط قضا ہے، کیونکہ گواہی رَد ہونے کی بنا پر اس کے لیے صورت مسئلہ مشتبہ ہے (اور حدود و کفارات شبہے کی بنا پر ساقط ہوجاتے ہیں)''۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد3، ص:313، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

فقہی حوالہ جات کی روشنی میں شرعی مسئلہ واضح کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سائنسی اور فنّی وجوہات کو بھی قارئین کے سامنے لائیں، اس سلسلے میں رویتِ ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کی سائنسی توجیہہ درجِ ذیل ہے:

10 ستمبر 2010ء کی سہ پہر اسلام آباد میں چاند دکھائی دینے کی وجوہ

09 ستمبر 2010ء بمطابق 29 رمضان المبارک کی شام پاکستان کے کسی بھی حصے سے رویتِ ہلال کی مستند شہادتیں موصول نہ ہونے کے باعث مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے 10 ستمبر 2010ء جمعتہ المبارک کو 30 رمضان قرار دیتے ہوئے 11 ستمبر 2010ء کو یکم شوال المکرم 1431ھ قرار دیا۔

جمعتہ المبارک 10 ستمبر کو سہ پہر تقریباً تین بجے اسلام آباد میں چاند دکھائی دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ سائنس کے عین مطابق ہے۔ یہ واقعہ غیر معمولی اس لیے قرار پا گیا کہ گذشتہ شام رویتِ ہلال کی سائنسی لحاظ سے نا قابلِ یقین شہادتوں کو مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے رَد کر دیا تھا جبکہ صوبہ خیبر پختونخوا کی حکومت انہیں قبول کرتے ہوئے عید منا رہی تھی۔ اس واقعہ کی بدولت مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے 10 ستمبر 2010ء کو 30 رمضان المبارک قرار دینے کے فیصلہ کو مشکوک یا غلط قرار دینے سے قبل ہمیں ''نئے چاند'' کی فلکیاتی اور دینی اصطلاحات کے علاوہ رویتِ ہلال کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔

اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتے یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا وجود بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی چاند بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ عین اس وقت کو قران شمس وقمر (Conjunction) یا اتصال شمس وقمر یا اماوس کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک مستوی (Plane) میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علمِ فلکیات میں یہی اُس کے ''نیا چاند'' کہلانے کا وقت ہے اور رصد گاہی کتب میں نئے چاند کے اوقات اسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسے نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔

فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقت ور شعاعوں کی براہ راست زد میں ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دُوربینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کی جسامت بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی ایک حد تک محفوظ ہوتا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہو جاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند ہے جو دوسرے الفاظ میں رویت ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔

فلکیاتی اور مقامی احوال کے تحت رویت ہلال پر اثر انداز ہونے والے عوامل یوں ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔

فلکیاتی کیفیات:

(الف): چاند کی عمر

(ب): غروبِ شمس اور غروبِ قمر کے درمیان فرق

(ج): چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ(Longitudinal Distance)

(د): سورج کا اُفق سے نیچے ہونا

(ح): چاند کا ارتفاع(Altitude of Moon)

(و): چاند کا زمین سے فاصلہ

مقامی کیفیات:

(1): مَطلَع (Horizon) کی کیفیت

(2): فضا کا شفاف پن(Transparency)

(3): مقام مشاہدہ کا محل وقوع یعنی طول بلد (Longitude) اور عرض بلد (Latitude)

مقام مشاہدہ کی سطح سمندر سے بلندی اگر کم ہوتو اِنعطافِ نور (Refraction of Light) کی شرح زیادہ ہوگی اور رویت ہلال کے لیے زیادہ سازگار ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کی نسبت ساحل سمندر پر نیا چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔سائنسی اور فلکیاتی توضیحات کی باریکیوں میں الجھے بغیر ایک عام آدمی بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف دو معلومات کی بنا پر کسی حد تک رویتِ ہلال کے امکان کا پیشگی تعین کر سکتا ہے یا شہادتوں کے معیار کو پرکھ سکتا ہے۔اوّل چاند کی عمر اور دوئم غروبِ شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق۔

رویتِ ہلال کیلئے چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے نیز غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کم از کم چالیس منٹ ہونا چاہئے ،اگر چاند کی عمر ۳۰ گھنٹوں سے بڑھ جائے تو غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق ۳۵ منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آجاتا ہے یا اگر غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق ۵۰ منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً ۱۹ گھنٹے کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔

اصلِ مسئلہ:

رویتِ ہلال کے لیے غروبِ آفتاب کا وقت اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے قبل ہم نیا چاند دیکھنے کی کوشش کریں گے تو سورج کی تیز روشنی کے باعث ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہم اتنا باریک چاند باوجود موجودگی کے دیکھ نہیں پائیں گے۔ نیا چاند دکھائی دینے کیلئے سورج کا غروب ہونا یا سورج کی براہِ راست شعاعوں کا عدم وجود ضروری ہے۔ ستمبر 2010ء میں نیا چاند 8 ستمبر کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق سہ پہر تین بج کر تیس منٹ پر پیدا ہوا۔ 9 ستمبر کو غروبِ آفتاب کے وقت اگرچہ چاند کی عمر پاکستان کے تمام شہروں میں ساڑھے 26 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کسی بھی شہر میں 28 منٹ سے زائد نہیں تھا لہٰذا جمعرات کی شام نیا چاند دکھائی نہیں دیا۔ اگر نیا چاند سہ پہر ساڑھے تین بجے کی بجائے گیارہ بجے قبل از دوپہر پیدا ہوا ہوتا تو وہ جمعرات کی شام دکھائی دے جاتا۔

جمعۃ المبارک 10 ستمبر بمطابق 30 رمضان المبارک کی سہ پہر اسلام آباد میں سورج کے آگے اتنے گھنے بادل آ گئے کہ وہ سورج کی براہِ راست روشنی کے آئی نائن سیکٹر پہنچنے کی راہ میں مزاحم ہو گئے، جبکہ بادلوں کے اوپر سے سورج کی روشنی چاند کے جس حصے پر پہنچ رہی تھی، وہ روشن ہو رہا تھا لہٰذا وہ پتنگ اڑاتے بچے کو بھی دکھائی دے گیا، حالانکہ وہ بچہ رویتِ ہلال کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ یہ امر مدنظر رہے کہ اس وقت چاند کی عمر 47 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اگر بادل سورج کی روشنی میں مزاحم نہ ہوتے تو کوئی بھی انسان چاند کی وہاں موجودگی کے باوجود اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا تو آنکھیں چندھیا جانے کے باعث اُسے دیکھ نہ پاتا۔

رہا یہ سوال کہ اس واقعہ سے ماہِ شوال 1431ھ کا 10 ستمبر کی شام سے آغاز مشکوک قرار پاتا ہے تو اس کا انتہائی سادہ جواب یہ ہے کہ جب 9 ستمبر کی شام رویتِ ہلال نہیں ہوئی تھی تو شرعی حکم کے مطابق رمضان المبارک کے تیس ایام مکمل کرنے کے بعد ہی شوال کا آغاز ہونا تھا۔ 9 ستمبر کی شام رویتِ ہلال نہ ہونے کے فیصلے کی بات ہوگی تو خیبر پختونخوا کی بیس یا بائیس شہاداتِ کاذبہ کا ذکر بھی ضرور آئیگا جن کو قبول کر کے تفرقہ پیدا کیا گیا۔ ان شہادتوں کو پرکھنے کے لیے ہمیں پھر سائنس سے رجوع کرنا ہوگا۔

راقم الحروف نے 18 اگست کو چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اور 19 اگست کو وزارتِ مذہبی امور، اسلام آباد کو ای میل کے ذریعے 9 ستمبر 2010ء کی شام پاکستان کے تقریباً تمام اہم شہروں کی رویتِ ہلال کے حوالے سے فلکیاتی کیفیات بشمول متذکرہ شہر کے طول بلد، عرض بلد، اوقات غروبِ شمس اور غروبِ قمر، شمس وقمر کے غروب کے درمیان وقت کا فرق، چاند کی عمر اور کیفیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ خیبر پختونخوا کے شہروں ایبٹ آباد،

چارسدہ، چترال، ڈیرہ اسماعیل خان، دیر، ہری پور، ہزارہ، کوہاٹ، مالاکنڈ، مانسہرہ، مردان، نوشہرہ اور پشاور کے علاوہ باغ، کرم، کوٹلی، مالاکنڈ، میرپور اور مظفرآباد میں کہیں بھی ننگی آنکھ تو در کنار ٹیلی سکوپ سے بھی چاند دکھائی دینے کا قطعاً کوئی امکان نہیں تھا۔

یہ عمل بھی غور طلب ہے کہ اگر پشاور کے گرد و نواح میں کہیں چاند کی رویت ہوگئی تھی، جب غروبِ آفتاب کا وقت 6 بجکر 28 منٹ تھا تو پھر آدھ گھنٹہ بعد سورج غروب ہونے والے شہروں گوادر، جیوانی اور کراچی کے علاوہ بلوچستان اور سندھ کے اُن شہروں میں چاند کیوں دکھائی نہ دیا جہاں مطلع صاف تھا اور نہ صرف چاند کی عمر زیادہ ہو چکی تھی بلکہ غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق بھی زیادہ ہو چکا تھا۔ پشاور میں اکثر چند لوگوں کو دکھائی دے جانے والا چاند آخر کہاں غائب ہو جاتا ہے کہ کراچی اور گوادر میں صاف آسمان پر لاکھوں متلاشی نگاہوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ رمضان المبارک کے چاند سے متعلق فلکیاتی کیفیات بتاتے ہوئے یہ رائے دی گئی تھی کہ 11، اگست کی شام مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند واضح دکھائی دے گا اور اسی طرح ہوا۔ مختلف ٹی وی چینلز نے کیمرے کے ذریعے ناظرین کو براہ راست چاند دکھا دیا تھا۔ ''چن چڑھیا کُل عالم ویکھے''۔ (چاند جب نکلتا ہے تو سب کو نظر آتا ہے)

رویتِ ہلال سے متعلق بعض غلط فہمیاں 29 یا 30 دنوں کے کم از کم مسلسل مہینے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 30 دنوں کے مسلسل دو مہینوں کے بعد تیسرا مہینہ ضروری طور پر 29 دن کا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ 29 دنوں کے مسلسل دو مہینوں کے بعد تیسرا لازمی طور پر 30 دن کا تصور کرتے ہیں۔ فلکیاتی توضیحات سے قطع نظر اگر ان کے اس خیال کو درست سمجھ لیا جائے تو بھی یہ صورت فقہی اصولوں کی روشنی میں نا قابلِ عمل ہوگی۔ مثال ملاحظہ ہو۔

فرض کیجیے کہ قدرت کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ایک علاقے میں کسی سال کے پہلے چار مہینوں میں دنوں کی تعداد اس طرح ہے:

محرم (29)　　صفر (30)　　ربیع الاول (29)　　ربیع الثانی (29)

ہوا یوں کہ اس علاقے میں محرم کی 29 تاریخ کو مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند دیکھے جانے کی کوئی شرعی شہادت موصول نہ ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس طرح فقہی طور پر یہ مہینہ 30 دن کا قرار پایا۔

ایک دن کی اس تاخیر کے باعث صفر کی 29 تاریخ کو (جو پچھلے ماہ مطلع ابر آلود نہ ہونے کی صورت میں رویت ہلال ہو جانے کے باعث 30 تاریخ ہوتی) چاند نظر آ گیا، لہٰذا عملی طور پر ماہ صفر 29 دن کا ہو گیا۔ ربیع الاول کا مہینہ اپنے

حساب سے 29 دن کا ہوا۔ اس طرح صفر اور ربیع الاوّل دو ماہ مسلسل 29 دن کے ہو گئے۔ اس سے اگلے مہینے ربیع الثانی کے ایام بھی فلکیاتی نظام کے تحت اسی قدر ہیں، لہٰذا تین مہینے مسلسل انتیس کے ہوں گے۔ یہ درست نہیں کہ تیسرے ماہ کو محض اس وجہ سے، کہ پچھلے دو ماہ انتیس کے ہو چکے، پہلے ہی تیس کا قرار دے دیا جائے۔

خیال کیجیے کہ ایسی صورت میں جب ربیع الثانی کی 29 تاریخ کو چاند نظر آ جائے تو پھر کیا کیفیت برپا ہو گی؟۔

ایسی ہی سطحی معلومات کی بنا پر پروفیسر طاہر القادری نے آغاز شوال 1420 ہجری کے بارے میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے اسے توڑ دینے کا مطالبہ کر دیا۔ اعتراض یہ تھا کہ جب رجب اور شعبان کے مہینے تیس تیس کے ہو چکے تو پھر اس سے اگلا ماہ رمضان بھی تیس کا کیوں قرار دیا گیا؟

لطف کی بات یہ ہے کہ اخباری خبروں کے مطابق چاند دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے چند باریش حضرات کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے تھے، لیکن جب انہیں قرآن اٹھا کر شہادت دینے کو کہا گیا تو وہ واپس چلے گئے۔ (بے سوچے سمجھے محض کلمہ گو، باریش یا نمازی ہونے کے ناتے قبل از وقت رویت ہلال کی ناقابلِ یقین شہادتیں دھڑا دھڑ قبول کر لینے والے ہمارے صوبہ سرحد کے علماء کے لیے لمحہ فکریہ ہے)، اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہوئی کہ معترضین کے فلسفۂ رویت ہلال کے برعکس پاکستان کے اکثر علاقوں میں شوال کی 29 تاریخ کو (جو اُن کے حساب سے 30 تاریخ تھی) مطلع صاف ہونے کے باوجود اگلے مہینے کا چاند بھی دکھائی نہ دیا۔ اس طرح مسلسل چار مہینے تیس تیس کے ہو گئے۔

واضح ہو کہ ہمارے ایک ماہرِ فلکیات سید صمد حسین رضوی اس سے قبل ہی 2000ء میں واقع ہونے والی ہر قمری مہینے کی رویت ہلال کی پیشین گوئیوں کی تفصیل میں واضح طور پر یہ بتا چکے تھے کہ گو چاند 29 شوال کو نظر آنے کے قابل ہو گا مگر پاکستان میں دکھائی نہیں دے گا۔ (دیکھیے: ماہنامہ تہذیب کراچی، جنوری 2000ء، صفحہ 49)

اب آیئے اس مسئلے کی فلکیاتی توضیح کی جانب

چاند کی بے قاعدہ گردش کے باعث قمری مہینوں کی مدت یکساں نہیں ہوتی۔ ایک نئے چاند کی پیدائش سے اگلے نئے چاند کی پیدائش کا عرصہ 29 دن 6 گھنٹے اور 29 دن 20 گھنٹے کے درمیان منٹوں تک کے فرق کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کسی بھی دور کے متعدد مہینوں کی مقدار مدت کا کسی اور دور کے مہینوں کی مدت سے موازنہ کیا جائے تو ان میں قطعاً یکسانیت نہیں پائی جائے گی۔ یہ سلسلہ تیرہ چودہ گھنٹے کے پھیلاؤ میں کم سے زیادہ اور زیادہ سے کم مدت کی جانب ایک غیر یکساں تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ کبھی یہ کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کے قریب تک پہنچ کر واپس ہوتا ہے اور کبھی

ذرا دور ہی سے پلٹ جاتا ہے۔اگر یہ سلسلہ مہینوں کی زیادہ سے زیادہ مدت کے قریب تر ہو تو 30 دنوں کے مسلسل تین مہینوں کا بھی امکان ہوتا ہے اور اگر ان کے فوراً بعد کے مہینے کی 29 تاریخ کو متعدد فلکیاتی کیفیات رویت ہلال میں مزاحم ہوں تو مسلسل چار مہینے تیس کے ہو جاتے ہیں۔

اب ہم متذکرہ بالا چاروں مہینوں کے قِرانِ شمس وقمر یعنی نئے چاند کی پیدائش کے اوقات کی بنیاد پر ایک نقشہ ترتیب دیتے ہیں جس سے علوم فلکیات کی رُو سے ہر 29 تاریخ کو چاند نظر نہ آنے کی وجوہ معلوم ہوں گی۔اس کے علاوہ ان مہینوں کے نئے چاند کی پیدائش کے اوقات کے درمیانی عرصہ یعنی ہر مہینے کی مقدار مدت سے قمری مہینوں کی غیر یکسانیت بھی واضح ہوگی اور ساتھ ہی مہینوں کے اس سلسلے کے زیادہ سے زیادہ ماہانہ مدت کے قریب تر ہونے کے باعث تیس کے مسلسل چار مہینے ہو جانے کی مذکورہ بالا وضاحت کی تصدیق ہوگی۔

ماہہائے 1420ھ ہجری مطابق 1999ء-2000ء

		رجب	شعبان	رمضان	شوال
یکم ماہ قمری	*	11 اکتوبر	10 نومبر	10 دسمبر	9 جنوری
29 ماہ قمری	*	8 نومبر	8 دسمبر	7 جنوری	6 فروری
تاریخ پیدائش نیا چاند	9 اکتوبر	8 نومبر	8 دسمبر	6 جنوری	5 فروری
وقت پیدائش (۱)	16-34 شام	08-53 صبح	03-32 رات	23-14 رات	18-03 شام

29 کے غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر	*	9 گھنٹے	14 گھنٹے	18/19	24 گھنٹے
کیفیت رویت ہلال	*	نظر نہیں آیا	نظر نہیں آیا	نظر نہیں آیا	نظر نہیں آیا
مہینے کے ایام	*	30 دن	30 دن	30 دن	30 دن
مقدار ماہ (29 دن+....)	*	منٹ۔گھنٹے 16-19	منٹ۔گھنٹے 18-39	منٹ۔گھنٹے 19-42	منٹ۔گھنٹے 18-49

ماہرینِ فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا۔20 سے 30 گھنٹے کی درمیانی عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے جن میں چاند کا ارتفاع، اس کا افقی زاویہ، غروب شمس وقمر میں تفاوت کی مقدار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

نقشے میں ملاحظہ کیجیے کہ پہلے تین مہینوں میں چاند کی عمر رویت ہلال کے معیار سے کم تھی اس لیے دکھائی نہ دیا، جبکہ چوتھے ماہ میں فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے سبب نظر نہ آیا۔اس طرح چار مہینے مسلسل تیس کے ہوگئے۔یہ کوئی استثنائی مثال نہیں، اس سے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔وقفوں وقفوں سے ایسی مثالیں مشاہدے میں آتی رہتی ہیں، البتہ تیس کی نسبت انتیس کے مسلسل مہینے بہت کم واقع ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قمری مہینے کی اوسط مدت ساڑھے انتیس دن سے تقریباً پون گھنٹہ زائد ہوتی ہے، اس لئے قمری تقویم میں تیس کے مہینے زیادہ آتے ہیں۔اس کے علاوہ چاند کی بے قاعدہ گردش کا رخ اوسط سے زائد مدت کی جانب زیادہ ہوتا ہے لہٰذا تیس کے مسلسل مہینوں کے سلسلے زیادہ واقع ہوتے ہیں۔

درج بالا نقشے کی تائید میں مستقبل میں واقع ہونے والے ایک اور سلسلے کے کوائف درج ہیں جن سے صورتِ حال اور کھل کر واضح ہوتی ہے۔

ماہ ہائے 1439ھ ہجری مطابق 2017ء-2018ء

		ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی
متوقع یکم ماہ قمری	*	20 نومبر	20 دسمبر	19 جنوری	18 فروری
29 ماہ قمری	*	18 دسمبر	17 جنوری	16 فروری	18 مارچ
تاریخ پیدائش نیا چاند	18 نومبر	18 دسمبر	17 جنوری	16 فروری	17 مارچ
وقت پیدائش	16-42 شام	11-31 دن	07-17 صبح	02-05 رات	18-12 شام
29 کے غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر	*	6 گھنٹے	10/11 گھنٹے	16 گھنٹے	24 گھنٹے
کیفیت رویت ہلال	*	نا قابلِ رویت	نا قابلِ رویت	نا قابلِ رویت	؟
مہینے کے ایام	*	30 دن	30 دن	30 دن	؟
مقدار ماہ (29 دن+...)	*	منٹ۔ گھنٹے 18-49	منٹ۔ گھنٹے 19-46	منٹ۔ گھنٹے 18-48	منٹ۔ گھنٹے 16-07

اس مثال میں بھی تیس کے مسلسل تین مہینے بالکل واضح ہیں، کیونکہ ان کی 29 تاریخوں کو غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر زیادہ سے زیادہ 16 گھنٹے ہوگی جو رویت کے لئے نا کافی ہے۔ چوتھا مہینہ چونکہ حدِ فاصل پر ہے، اس لیے

اس کے تیس یا انتیس کے ہونے کے متعلق متعدد فلکیاتی کیفیات کی تفصیل معلوم ہونے پر ہی کوئی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تیس کے مسلسل تین ماہ تو گاہے بگاہے آتے رہتے ہیں بلکہ مسلسل چوتھے مہینے کے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں۔

ہم نے شرعی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کی وضاحت کر دی ہے۔ سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی اُنتیس یا تیس تاریخ کو دِن کے وقت بعض موسمی احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اُس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ چاند گزشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اُسی صورت میں ہوگا جب چاند اُس دِن غروبِ آفتاب کے بعد نظر آئے۔

یہ تفصیلی بحث ہم نے اِس لئے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے، نظامِ شمس وقمر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہے گا۔ شمسی اور قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام بھی ہوتا رہے گا اور اُن کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری وساری رہیں گے۔

بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اُسی وقت ہوگا، جب قمری مہینے کی اُنتیس تاریخ کو غروبِ آفتاب کے بعد مَطلَع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینہ تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دِن کو بعض موسمی وجوہ اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آجائے، تو اُس سے قمری تاریخ میں کوئی رَدوبدل نہیں ہوگا۔ اِس لیے تمام برادرانِ ملّت سے گزارش ہے کہ وہ اِس حوالے سے توہّمات اور ضعیف الاعتقادی میں مبتلا نہ ہوں۔

(تفہیم المسائل: جلد 6 صفحہ 211 تا 232، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ستمبر 2017)

سحری میں اذان شروع ہونے کے بعد کھانا اور پینا

سوال:

سحری کے وقت اگر آنکھ دیر سے کھلے اور جب انسان اٹھے تو اذان ہو رہی ہو، تو کیا اس وقت جلدی جلدی کچھ کھا پی سکتے ہیں، اس سے روزے پر اثر پڑے گا یا نہیں، (ثریا پروین، نارتھ ناظم آباد۔ مسز سلیم، گلشن اقبال)۔

جواب:

روزہ ایک محدود وقت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عبادت کی نیت سے، کھانے، پینے اور جنسی عمل سے رک جانے کا نام ہے۔ لہٰذا جوں ہی صبح صادق شروع ہوئی، جس کا وقت انتہائے سحر کے عنوان سے آج کل ریڈیو، ٹیلی وژن، مختلف اداروں کے مطبوعہ نقشہ جات، اخبارات اور مساجد سے مشتہر ہو جاتا ہے اور اذانِ فجر سحری کا وقت ختم ہونے پر ہی شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا اس وقت کھانا پینا منع ہے اور اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا لازم ہو گی۔ آپ سحری ختم ہونے کے چند منٹ بعد کھائیں یا چند گھنٹے بعد، آپ نے شریعت کی بندش کو توڑ دیا تو روزہ نہ رہا، ایسی صورت میں بغیر کچھ کھائے پیے روزے کی نیت کر لیا کریں، (تفہیم المسائل: ج:2، ص:192)۔



کوئی شخص دوسرے ملک سے رمضان کے روزے رکھ کر آئے تو اب تکمیل کس حساب سے کرے

سوال:

کوئی شخص مثلاً سعودی عرب سے روزہ رکھ کر آئے، جہاں رمضان المبارک ایک دن پہلے شروع ہوا تھا، وہاں کے حساب سے رمضان کے ایام ختم ہوگئے ہیں، لیکن یہاں پاکستان میں رمضان کا آخری دن چل رہا ہے تو اب وہ کیا کرے، جہاں اور جس ملک میں رمضان المبارک شروع کیا تھا، اس کے حساب کے مطابق رمضان کی تکمیل کرے یا جہاں اب پہنچا ہے، اس کے حساب سے رمضان کی تکمیل کرے؟، (مولانا غلام دستگیر افغانی، آگرہ تاج کالونی، کراچی)۔

جواب:

اس سلسلے میں ہمارے سامنے دو نصوص حدیث ہیں:

(1) ''اَلصَّومُ یَومَ یَصُومُونَ وَالفِطرُ یَومَ یُفطِرُونَ''۔ ترجمہ: ''یعنی تم جس مقام پر ہو اس کے مطابق روزہ رکھو یا عید مناؤ، یعنی ان کی پیروی کرو''۔ لہٰذا اگر تمہارے تیس روزے پورے بھی ہوگئے ہیں، تب بھی اس مقام والوں کا ساتھ دو، اس مقام کی اتباع میں آپ کے لیے ابھی رمضان جاری ہے۔

دوسرا یہ ماہ رمضان زیادہ سے زیادہ تیس دن کا ہوتا ہے، اگر آپ کے تیس روزے پورے ہوگئے ہیں تو آپ یہاں اب 31 واں دن کا روزہ نہ رکھیں، جبکہ: ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'' ترجمہ: ''پس تم میں سے جو اس ماہ رمضان کو پائے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے روزے رکھے''، والی آیت قرآنی کی رو سے آپ اس مقام پر رمضان کو پا رہے تھے، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ روزہ رکھیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ آپ کے لئے یہ رمضان 31 دن کا متحقق ہوگا، آپ کے مخصوص حالات کی بناء پر۔

اور اگر آپ یہاں سے روزۂ رمضان کا آغاز کر کے سعودی عرب جائیں اور وہاں بالفرض 29 ویں رمضان کو چاند نظر آئے گا، جبکہ آپ کے ابھی اٹھائیس روزے ہوئے، کیونکہ پاکستان میں رمضان ایک دن پیچھے شروع ہوا تھا، تو اب کے پاس دو راستے ہیں:

(1) ''اَلصَّومُ یَومَ یَصُومُونَ وَالفِطرُ یَومَ یُفطِرُونَ'' پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہ رکھیں اور بعد میں ایک دن کی قضا رکھیں، کیونکہ رمضان المبارک 29 دن سے کم کا نہیں ہوتا۔ یا (2) ''اَكْمِلُوا الْعِدَّةَ'' پر عمل کرتے ہوئے ان کے ساتھ عید نہ منائیں اور اپنے روزے مکمل کرلیں، (تفہیم المسائل، ج:2، ص:193-192)۔

ایک ہی ملک میں روزہ اور عید الگ الگ کیوں ہوتے ہیں؟

سوال:

اکثر ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں باقی ملک کے مقابلے میں روزہ اور عید الگ الگ ہوتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟، (پیر رحمن آفریدی۔ بلدیہ ٹاؤن)۔

جواب:

حکومت نے اسی لیے رویتِ ہلال کا ملک گیر نظام قائم کیا ہے۔ اب تمام مکاتبِ فکر کے جید اور ثقہ علمائے کرام پر مشتمل ''مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان'' ہے، اس کی اعانت کے لیے ملک کے تمام صوبائی، ڈویژنل، ڈسٹرکٹ اور سب ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر زونل رویت ہلال کمیٹیاں موجود ہیں۔

جب حکومت نے ایک ادارہ قائم کرکے اس کو اختیار تفویض کردیا ہو تو اس کے متوازی اور مقابل، علماء کو پرائیویٹ کمیٹیاں قائم نہیں کرنی چاہییں، بلکہ اس کمیٹی کی معاونت کرنی چاہیے اور اس کے نظام کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ پورے ملک میں ایک ساتھ رمضان کا آغاز ہو اور ایک ساتھ عید منائی جائے اور الحمدللہ اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورے ملک میں ایک ساتھ رمضان شروع ہوا ہے اور گزشتہ سال بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ دعا کریں کہ عید الفطر بھی پوری قوم ایک ساتھ منائے۔

(تفہیم المسائل، ج:2، ص:207)



fb.com/ilmetauqeet

سائرن، ٹی وی کے اعلان یا اذان پر سحری کا اختتام

سوال:

سحری کا وقت ختم ہونے کا علم، گھڑی، سائرن، ٹی وی، ریڈیو کے اعلان یا اذان پر روزہ بند کرنا چاہیے؟۔

جواب:

سحری کا وقت ختم ہونے کا علم گھڑی، سائرن، ٹی وی، ریڈیو کے اعلان یا اذان جس ذریعے سے بھی ہو جائے فوراً کھانا پینا بند کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ تمام ذرائع ظن غالب کا سبب ہیں۔ ان میں سے جس ذریعے سے بھی معلوم ہو جائے، کھانا پینا فوراً بند کر دینا چاہیے۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک سائرن بج رہا ہے یا جب تک اذان جاری رہے ہم کھا پی سکتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، یہ تمام علامات اختتام سحر کی ہیں، اس لیے سائرن یا اذان شروع ہوتے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہیے، کیونکہ اذان ختم ہونے میں بعض اوقات تین چار منٹ لگ جاتے ہیں، اختتام اذان تک کھانے پینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، احتیاط کرنی چاہیے۔

(تفہیم المسائل، ج:1، ص:188)

''رویت ہلال'' چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا مسئلہ

سوال:

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی 29 شعبان کو اعلان کرتی ہے کہ رمضان کا چاند نظر نہیں آیا، پرسوں رمضان کا پہلا روزہ ہوگا، اگلے دن شام کو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چاند نسبتاً بڑا نظر آتا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر رہتا ہے، لوگ یہ دیکھ کر شبہے میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ شاید دوسرے دن کا چاند ہے اور لگتا ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کا اعلان درست نہیں تھا، ایک روزہ ضائع ہوگیا، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟، (امیر احمد شاہ، ہزارہ)۔

جواب:

صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''ابوالبختری کہتے ہیں کہ ہم سفر عمرہ میں تھے، جب ہم وادی نخلہ میں پہنچے تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو یہ (رمضان کا) چاند ہے اور بعض نے خیال ظاہر کیا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض نے کہا کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے، ہماری حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو ہم نے ان سے چاند کے بارے میں اختلاف رائے کا ذکر کیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے دریافت فرمایا: تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا؟ ہم لوگوں نے کہا کہ فلاں رات کو دیکھا تھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے (تمہارے) دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا ہے، وہ حقیقت میں اسی رات کا چاند ہے، جس رات تم لوگوں نے اسے دیکھا تھا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی رو سے طلوع ماہ رمضان یا شوال وغیرہ کے لیے چاند کی رویت کا اعتبار ہے۔ چاند کے چھوٹے بڑے ہونے (یعنی سائز) کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس امر کا اعتبار ہے کہ چاند مطلع پر کتنی دیر رہا۔ ہمارے لئے تو فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخری اور قطعی حجت ہے، ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے کے بعد بھی تردد کا اظہار کرنا، شکوک میں مبتلا ہونا، یہ مومن کی شان نہیں ہے۔ لیکن کوئی شخص خالص سائنسی اور فنی بنیاد پر، یعنی علم موسمیات و فلکیات کی رو سے بھی اس مسئلے کو جاننا چاہے، تو سائنس سے بھی حدیث پاک کی تائید ہوتی ہے۔

ماہرین فلکیات بتاتے ہیں کہ بعض اوقات 29 تاریخ کو چاند کا ظہور و نمود تو مطلع پر ہو جاتا ہے، لیکن اس کا درجہ اور وقت اس قدر کم ہوتا ہے کہ اس کی رویت ممکن نہیں ہوتی اور تیس دن پورے ہونے کے بعد جب چاند طلوع ہوتا ہے چونکہ اس کی عمر بھی زیادہ ہوتی ہے (یعنی 40 گھنٹے یا زائد) بلند درجے پر بھی ہوتا ہے، سائز بھی بڑا ہو جاتا ہے اور مطلع پر

زیادہ دیر تک نظر بھی آتا ہے، لہٰذا جو لوگ پوری طرح دینی وسائنسی معلومات نہیں رکھتے، وہ خواہ مخواہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

(تفہیم المسائل:، ج:1، ص:203-204)



کیا مسلسل تیس دن کے کئی قمری مہینے ہوسکتے ہیں؟

سوال:

کیا مسلسل تین چار اسلامی مہینے تیس تیس دن کے ہوسکتے ہیں یا مسلسل کئی اسلامی مہینے انتیس دن کے ہوسکتے ہیں یا ازروئے قرآن وسنت ایسا نہیں ہوسکتا؟،(قاری محمد صدیق،خطیب مسجد خلفاء راشدین گلشن اقبال،کراچی)۔

جواب:

پہلے تو غلط فہمی دور فرمالیجیے کہ قمری مہینہ اسلامی ہے اور شمسی مہینہ انگریزی یا غیر اسلامی ہے،شمس وقمر دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں،اس لیے دونوں اسلامی ہیں۔قمری مہینے کے ساتھ ہمارے روزوں اور زکوٰۃ کی عبادت کا تعلق ہے اور شمسی نظام کے حساب سے نمازوں کے اوقات،سحر اور افطار اور طلوع وغروب کے اوقات متعلق ہیں۔

قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہوسکتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ جلد 12 صفحہ 30 پر بحوالہ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی لکھا ہے کہ ''زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین مہینے ممکنہ طور پر 29 کے ہوسکتے ہیں''۔

حال ہی میں ایک ماہر فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوسکتے ہیں۔

(تفہیم المسائل،ج:1،ص:205-204)



عید کے دو مہینے ناقص نہ ہونے کا مطلب

سوال:

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ عید کے دو مہینے یعنی رمضان و ذوالحجہ ناقص نہیں ہوتے، اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں کسی ایک سال میں 29 دن کے نہیں ہوتے؟، (سید ذاکر شاہ، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن، کراچی)۔

جواب:

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازراہِ کرم ان دونوں مبارک مہینوں میں عبادت گزاروں کے اجر میں کمی نہیں فرماتا، بلکہ اپنے فضل وکرم سے پورا اجر عطا فرماتا ہے۔ باقی قرآن وحدیث میں قمری مہینوں کے ایام کی تعداد کے اعتبار سے کوئی تصریح یا تعین نہیں ہے کہ دو یا تین مہینے مسلسل 30 دن کے نہیں ہوسکتے یا اگر رمضان 30 دن کا ہوگا تو ذوالحجہ 29 دن کا ہوگا؟ ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور 30 دن کا ہوگا یا یہ کہ جس دن عیدالفطر ہوگی، اسی دن عاشورہ محرم ہوگا وغیرہ۔

یہ سب لوگوں کے خودساختہ قیاسات، مفروضات اور تخمینے ہیں۔ ہاں البتہ حدیث پاک میں سید المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک واضح ارشاد موجود ہے اور وہ یہ کہ "قمری مہینہ 29 دن سے کم کا نہیں ہوسکتا اور 30 دن سے زیادہ کا نہیں ہوسکتا"۔

اگر کسی شخص کے تجربے اور مشاہدے میں ایک چیز دو چار مرتبہ کسی ایک انداز میں واقع ہوجائے تو یہ محض اتفاق ہوسکتا ہے، کسی اصول شرعی کی بنیاد نہیں بن سکتا۔

(تفہیم المسائل، ج:1، ص:206-205)



پاکستان میں رمضان شروع کر کے سعودی عرب میں عید منانا

سوال:

میں نے رمضان المبارک کا آغاز پاکستان میں کیا ہے اور پاکستان کی رویت کے مطابق روزہ رکھنا شروع کیا ہے، اب میرا عمرے پر جانے کا پروگرام ہے اور میں عید الفطر تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا۔ اب بتایئے کہ میں عید وہاں کے حساب سے مناؤں یا پاکستان کے حساب سے اپنے روزے مکمل کروں، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرے اٹھائیس روزے مکمل ہوئے ہوں اور وہاں عید ہو جائے، میرے لیے شرعی حکم کیا ہے؟، (عید محمد فریدی، لیاقت آباد، کراچی)۔

جواب:

یہ ایسے سب لوگوں کا مسئلہ ہے جو پاکستان میں رمضان المبارک کا آغاز کر کے عمرے کے لیے یا ملازمت کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں یا سعودی عرب میں رمضان المبارک کے کچھ ایام گزار کر عید الفطر منانے پاکستان آتے ہیں، اگر وہ پاکستان میں اہل وطن کے ساتھ عید منائیں تو بعض اوقات ان کے روزے 31 ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بلاشبہ گہرے غور و فکر کا متقاضی ہے اور اس کو حل کرنے کے لیے فقہی بصیرت درکار ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بارے میں علما میں دو آرا ہوں۔

پاکستان سے سعودی عرب جانے والے کے 29 روزے پورے ہو جائیں یا سعودی عرب سے پاکستان آنے والے کے 30 روزے پورے ہو جائیں اور پھر مقامی لوگوں کے ساتھ عید کر لیں تو لوگوں کو زیادہ تردد نہیں ہوتا، کیونکہ ہر جگہ رمضان المبارک (یا قمری مہینہ) 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔ زیادہ ترڈّدتب ہوتا ہے کہ جب پاکستان سے سعودی عرب جانے والے کے صرف 28 روزے ہوتے ہوں اور عید ہو جائے یا سعودی عرب سے پاکستان آنے والے کے 30 روزے پورے ہو چکے ہوں اور اگلے دن عید نہ ہو بلکہ روزہ ہو، اس طرح روزہ رکھنے کی صورت میں اس کے ۳۱ روزے ہو جائیں گے جب کہ حساب و کتاب کی رو سے قمری مہینہ زیادہ سے زیادہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرہ:185)۔ ترجمہ: ''پس تم میں سے جو ماہ رمضان کو پائے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا روزہ رکھے''۔

لٰہذا اس امر ربانی کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ سعودی عرب سے پاکستان آنے والے نے یہاں رمضان پا لیا ہے ابھی ہلال شوال طلوع نہیں ہوا، تو وہ روزہ رکھے، خواہ اس کے روزے 31 ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ دوسری جانب ارشاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''جس دن لوگ روزہ رکھیں اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں اس دن عید ہے، (جامع ترمذی، صفحہ: 124)''۔

لہٰذا اس حدیث مبارک کی روشنی میں پاکستان سے سعودی عرب جانے والا جب دیکھے کہ مقامی لوگ عید منا رہے ہیں تو وہ بھی منائے، خواہ اس کے روزوں کی تعداد صرف 28 ہوئی ہے یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے بعض بلاد مغرب مثلاً ناروے، ڈنمارک وغیرہ میں سال کے بعض ایام میں عشاء کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا، مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی فجر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا ان پر جن ایام میں عشاء کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا تو وہ اس نماز کے لیے عنداللہ جواب دہ بھی نہیں ہیں۔ ان کے لیے دن میں چار نمازیں ہی رہ جائیں گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے گونگے شخص پر نماز میں قراءت کا فرض ساقط ہوجاتا ہے، جس کا کوئی ہاتھ یا پاؤں کٹا ہوا ہے، اس پر وضو میں اس ہاتھ یا پاؤں کے دھونے کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے۔ تاہم جو لوگ احتیاط پر عمل کرنا چاہیں، وہ سعودی عرب میں اپنے اٹھائیسویں روزے کے بعد عید منائے جانے کی صورت میں ایک دن کی بعد میں قضا کرلیں۔

(تفہیم المسائل، ج: 1، ص: 207-206

fb.com/ilmetauqeet

یومِ شک کا روزہ رکھوانے اور تیس رمضان کے روزے سے محروم کرنے والے مفتی صاحبان کا حکم

سوال:

میں پشاور کے نواحی علاقے کا رہائشی ہوں اور ایک مسجد کی خدمت بھی میرے پاس ہے۔ میرے علاقے میں ایک پرائیویٹ رویت ہلال کمیٹی قائم ہے، جو رمضان اور عید الفطر کے موقع پر لوگوں سے گواہیاں لیتی ہے، وہ لوگ خود ہی فیصلہ کر کے رمضان اور عید الفطر کا اعلان کر دیتے ہیں، اس پرائیویٹ کمیٹی کے اعلانات کے مطابق مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے سرکاری اعلان سے ایک دن پہلے رمضان اور عید الفطر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پرائیویٹ کمیٹی چونکہ علاقے، برادری اور مقامی لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے اس کے فیصلے سے انحراف کر کے مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے ساتھ آغاز رمضان اور عید الفطر کرنا میرے لیے تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے ساتھ میرا اعلانیہ رمضان اور عید الفطر کا اعلان کرنا فتنہ وفساد، معاشرتی بائیکاٹ اور نفرت کا سبب بنے گا۔ میری طرح کے اور بھی بہت سے ائمہ ہیں جو بادلِ ناخواستہ اس فتنہ، فساد، بائیکاٹ اور نفرت کے خوف سے پرائیویٹ کمیٹی کے ساتھ رمضان اور عید الفطر کا آغاز کرتے ہیں۔ میرا ذاتی عمل یہ ہے کہ میں آغاز رمضان سے پہلے نفلی روزے کی نیت مجبوراً کرتا ہوں اور عید الفطر روزہ رکھ کر پڑھا رہا ہوتا ہوں، اب اس ساری صورت حال میں مجھے آپ سے شرعی رہنمائی درکار ہے:

1۔ پرائیویٹ کمیٹی کے اعلان کے مطابق آغاز رمضان اور عید الفطر کرنا شرعاً کیسا ہے؟۔

2۔ جو مسلمان مجبوراً پرائیویٹ کمیٹی کے اعلان کے مطابق رمضان شروع کرتے ہیں اور عید الفطر مناتے ہیں، کیا ان کا پہلا روزہ رمضان ہی میں ہوا اور ان کی عید الفطر تیس رمضان کو ہوئی یا یکم شوال کو؟۔

3۔ آخری شعبان کو مجبوراً روزہ رکھنے اور تیس رمضان کو عید الفطر منانے سے کیا ہم لوگ گنہگار رہوں گے، اگر شرعاً گنہگار ہوئے تو اس گناہ کا وبال کس کے سر ہوگا اور کیا ان کو قضا روزہ رکھنا پڑے گا یا تیس شعبان کا روزہ تیس رمضان کے روزے کا بدل بن جائے گا۔

4۔ میرا ذاتی عمل یعنی بامر مجبوری تیس شعبان کو روزہ رکھنا اور تیس رمضان کو عید الفطر منانا شرعاً کیسا ہے اور اگر میرا روزے کے ساتھ عید پڑھانا شرعاً درست نہیں ہے تو میں کیا کروں، اسی طرح دیگر ائمۂ کرام جو حالات اور ماحول کے جبر کے تحت ایسا کرتے ہیں، اُن کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے، وہ گنہگار ہوئے یا نہیں۔ (سائل: عبد القادر، پشاور)

18 مارچ 2018ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الجواب

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ فرض عبادت یقین کے ساتھ ادا ہوتی ہے، شک وشبہے کی کیفیت میں نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

(1)عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَأُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَّةٍ، فَقَالَ: كُلُوا، فَتَنَحَّى بَعْضُ القَوْمِ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ اليَوْمَ الَّذِي يَشُكُّ فِيهِ النَّاسُ فَقَدْ عَصَى أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: ''صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں: ہم عمار بن یاسر کے پاس تھے کہ بھنی ہوئی بکری لائی گئی، انہوں نے کہا: کھاؤ، تو کچھ لوگ ایک طرف ہو گئے اور کہا: ہم روزے سے ہیں، حضرت عمار نے کہا: جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) کی نافرمانی کی، (سنن ترمذی:686)''۔

اس حدیث کے تحت امام ترمذی لکھتے ہیں:

''عمار کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور اُن کے تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے۔ سفیانِ ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، امام محمد بن ادریس الشافعی، امام احمد بن حنبل اور امام محمد اسحاق نے یومِ شک کے روزے کو ناپسند کیا ہے اور اکثر کی رائے ہے: اگر (30 شعبان کو) یومِ شک کا روزہ رکھا (اور بعد میں ثابت ہوا کہ وہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی تو یہ اس کے قائم مقام نہیں ہوگا، بلکہ) اسے چاہیے کہ رمضان کے ایک روزے کی قضا کرے''۔

(2)عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَلَا لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ أَوِ اثْنَيْنِ، إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صِيَامًا فَلْيَصُمْهُ۔

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ماہِ رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھا کرو، ماسوا اس کے کہ کسی شخص کا کسی خاص دن نفلی روزہ رکھنے کا معمول ہے، تو وہ رکھ سکتا ہے (کیونکہ اس میں تشکیک نہیں ہے)، (سنن نسائی: 2190)''۔

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں تیس شعبان کو شک کی کیفیت میں (یعنی اس نیت سے کہ اگر یہ رمضان ہے تو فرض روزہ اور اگر یہ تیس شعبان ہے تو نفل روزہ) روزہ رکھنے سے منع فرمایا، کیونکہ فرض عبادت تیقُّن کے ساتھ ہونی چاہیے، نہ کہ شک کی کیفیت میں۔

ملک العلماء علامہ علاء الدین ابوبکر کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا صَوْمُ يَوْمِ الشَّكِّ بِنِيَّةِ رَمَضَانَ أَوْ بِنِيَّةٍ مُتَرَدِّدَةٍ، أَمَّا بِنِيَّةِ رَمَضَانَ فَلِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَامُ الْيَوْمُ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا تَطَوُّعًا، وَعَنْ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنْ صَوْمِ الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ وَلِأَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَزِيدَ فِي رَمَضَانَ۔ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

، أَنَّهُ قَالَ :لَأَنْ أُفْطِرَ يَوْمًا مَنْ رَمَضَانَ ثُمَّ أَقْضِيَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَزِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ ،وَأَمَّا النِّيَّةُ الْمُتَرَدِّدَةُ بِأَنْ نَوَى أَنْ يَكُونَ صَوْمُهُ عَنْ رَمَضَانَ إِنْ كَانَ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَكُونُ تَطَوُّعًا فَلِأَنَّ النِّيَّةَ الْمُتَرَدِّدَةَ لَا تَكُونُ نِيَّةً حَقِيقَةً لِأَنَّ النِّيَّةَ تَعْيِينٌ لِلْعَمَلِ، وَالتَّرَدُّدُ يَمْنَعُ التَّعْيِينَ

ترجمہ: ''جن ایام کے روزے رکھنے منع ہیں، ان میں شک کے دن کا روزہ بھی ہے، خواہ اُسے رمضان کی نیت سے رکھے یا متردّد نیت کے ساتھ رکھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس دن کے رمضان ہونے کے بارے میں شک ہو، اس دن کا روزہ نہیں رکھا جائے گا سوائے نفلی روزے کے۔ اور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے: یہ حضرات قدسیہ رمضان کی نیت سے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، کیونکہ اس طرح یہ شخص رمضان کے روزوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے (اور فرض میں اپنی طرف سے اضافہ ممنوع وبدعت ہے)، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑ کر اس کی قضا کر لینا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں (رمضان شروع ہونے کا علم نہ ہونے پر) رمضان کا روزہ چھوڑ دوں اور پھر اس کی قضا کروں، یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں غیرِ رمضان کو رمضان میں شامل کر دوں۔ اور نیت میں تردُّد یہ ہے کہ کوئی یہ نیت کرے کہ اگر آج رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے اور اگر رمضان نہیں ہے تو نفلی ہو جائے، اس لیے کہ تردّد کے ساتھ نیت درحقیقت نیت ہے ہی نہیں، کیونکہ نیت عمل کی حیثیت کو متعین کرنے کا نام ہے اور تردّد تعیین سے مانع ہے، (بدائع الصنائع، ج:2، ص:117)''۔

رمضان کے شرعی ثبوت کے بغیر رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ کا سبب ہے۔

درمختار میں ہے:

وَلَوْ جَزَمَ أَنْ يَكُونَ عَنْ رَمَضَانَ كُرِهَ تَحْرِيمًا

ترجمہ: ''اگر کسی نے یوم شک میں یقینی رمضان ہونے کی نیت سے روزہ رکھا تو یہ مکروہ تحریمی ہے، (درمختار مع رد المحتار، ج:3، ص:310)''۔

علامہ سید ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لِلتَّشَبُّهِ بِأَهْلِ الْكِتَابِ، لِأَنَّهُمْ زَادُوا فِي صَوْمِهِمْ وَعَلَيْهِ حُمِلَ حَدِيثُ النَّهْيِ عَنْ التَّقَدُّمِ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

ترجمہ: ''یہ عمل اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے روزوں کی تعداد میں اضافہ کر لیا تھا اور رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت والی حدیث اسی معنی پر محمول ہے، (رد المحتار، ج:3، ص:310)''۔

مزید یہ کہ غیرِ رمضان کا روزہ رمضان کے دانستہ چھوڑے ہوئے روزے کا بدل نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ یہ حضرات بالعموم تیس رمضان کو عید مناتے ہیں، ایک روایت میں ہے:

قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ مِنَ اللهِ لَقِيَ اللهَ بِهِ، وَإِنْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: جس نے رمضان کا ایک (فرض) روزہ رخصتِ شرعی کے بغیر چھوڑا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب دے، خواہ ساری عمر (نفلی روزہ) رکھتا رہے، (مصنف عبدالرزاق: 7476)''۔ الغرض تیس شعبان کا روزہ، خواہ نفل کی نیت سے رکھا ہو یا نفل اور فرض کے درمیان دائر کر کے رکھا ہو، رمضان مبارک کے فرض روزے کا بدل نہیں ہوسکتا اور ایک دن پہلے عید کرنے اور کرانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنا چاہیے، ہمیں حیرت ہے کہ یہ لوگ اتنے لوگوں کے روزے کا بوجھ اپنے سر پر کیوں لیتے ہیں، جبکہ صدرِ مملکت کی طرف سے ان پر قضا کی ذمے داری عائد نہیں کی گئی۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ ہماری مسجد میں ڈیڑھ سو سال سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، لہٰذا یہ ان کا موروثی منصب ہے، تو نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ قضا ریاست کی طرف سے تفویض کی جاتی ہے، موروثی نہیں ہوتی۔ انگریزوں کے زمانے میں تو اس کا جواز تھا کہ ریاست برطانوی استعمار کے قبضے میں تھی، لیکن اب اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان ہی رمضان المبارک اور عیدالفطر کا اعلان کرنے کی مُجاز ہے، کیونکہ اُن کو یہ ذمے داری ریاست نے تفویض کی ہے۔ یہاں یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ یہ مسلکی خلافیات کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ پشاور یا مردان یا بنوں کے چند علمائے کرام کی ذاتی انا کا مسئلہ ہے۔ آپ اور دیگر ائمۂ وخطبائے کرام لوگوں کو وقتاً فوقتاً مسائل بیان کیا کریں اور اُن کی ذہن سازی کیا کریں تاکہ وہ آپ کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوں اور اپنے روزے اور اعتکاف برباد نہ کریں۔ نیز یہ کہ عید کی نماز فقہ حنفی میں واجب ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک سنت ہے، جبکہ روزہ فرض ہے۔ عیدالفطر کی نمازِ عید کے دن ہی مشروع ہے اور کوئی عبادت اپنی مشروعیت سے قبل ادا نہیں کی جاسکتی، اس لیے بہتر شعار لوگوں کو شرعی دلائل کی روشنی میں قائل کرنا ہے۔ مجھ سے بااختیار اداروں کے ذمے داران نے پوچھا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے، میں نے عرض کیا: اگر کسی کی نظر میں یہ تہوار ہے، تو پارلیمنٹ یا بااختیار اتھارٹی اس کا دن مقرر کرسکتی ہے، لیکن اگر یہ عبادت ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، تو عبادت اس کی شرائط کے مطابق ادا ہوگی۔ میں نے مزید کہا: چند سال پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کراچی کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے، یہاں امن قائم کیا جاسکتا ہے، قتل وغارت، فساد، بھتہ خوری، اِغوا برائے تاوان اور آئے دن کی ہڑتالوں کو روکا جاسکتا ہے، لیکن ریاست کے مقتدرین نے فیصلہ کیا تو الحمدللہ! ایسا ہوگیا اور ہم سب مشاہدہ کررہے ہیں، ریاست کے مقتدرین کا عزم وارادہ نہ ہو تو چند خودسر علماء قابو میں نہیں آتے، آخر کیوں؟۔ یہ چند علماء بڑے حوصلے والے ہیں کہ لوگوں کی عبادت از خود اپنے سر لے رہے ہیں، حالانکہ اُن پر ریاست نے یہ ذمے داری عائد نہیں کی۔ آپ دیکھیں گے: جس دن قانون کی طاقت حرکت میں آئے گی، یہی لوگ ہوں گے اور سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا، یہ چند لوگ ایم کیو ایم اور امن کمیٹی سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ تاہم جو ائمۂ کرام انتہائی دباؤ میں ہوتے ہیں اور کراہت

کے ساتھ عید کی نماز پڑھاتے ہیں، یعنی اُن پر اکراہ کی حالت ہوتی ہے، تو اس صورت میں وہ گناہ سے بری ہیں، لیکن جو مفتیانِ کرام ان حالات میں فتوے دے کر لوگوں کو یوم شک کا روزہ رمضان کے نام پر رکھواتے ہیں یا تیس رمضان کے روزے، اعتکاف اور عید کی نماز سے محروم کرتے ہیں، وہ یقیناً عنداللہ جوابدہ ہوں گے۔

ذیل میں ہم مفتی نظام الدین سرکانی، شیخ الحدیث الجامعۃ الامانیہ گجرآباد، پشاور کا 26 شعبان المعظم 1435 ہجری کا جاری کردہ فتویٰ سوال و جواب سمیت شامل کر رہے ہیں اور ہمیں اس سے مجملہ اتفاق ہے، البتہ کفارہ روزہ نہ رکھنے سے لازم نہیں آتا، عذر یا بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے پر قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ روزہ رکھ کر بلا عذر توڑنے سے لازم آتا ہے۔

پرائیویٹ رویت ہلال کمیٹیوں کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسئلے کے بارے میں کہ پاکستان کی مرکزی حکومت کی طرف سے ملک کے تمام صوبوں کے لیے رویت ہلال کا انتظام بصورتِ مجلس قضاء ایک مستند عالم دین کی قضاوت میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے نام سے موجود ہے اور اس عالم دین کو دیگر جید علمائے کرام کا تعاون بھی حاصل ہے۔ حکومت پاکستان کے دائرۂ اختیار کے اندر تمام صوبے انہی کے اعلان پر رمضان اور عیدین کرتے ہیں، جبکہ صرف صوبہ خیبر پختونخوا میں متعلقہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے مقابلے میں ایک درجن سے زائد کمیٹیاں موجود ہیں، واضح رہے کہ ان میں سے ایک کمیٹی کو صوبائی حکومت کی سرپرستی بھی حاصل ہے، مرکزی اور صوبائی کمیٹیوں کے اعلان رمضان اور عیدین میں ایک دو دن فرق ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورت حال میں کون سی کمیٹی کا اعلان شریعت محمدی ﷺ کے مطابق اور شرعاً معتبر ہے؟، اور شرعاً غیر معتبر کمیٹیوں کے اعلان پر رمضان اور عیدین منانے کی شرعی حیثیت اور حکم کیا ہوگا، بینوا توجروا، (سائل: قاری انعام اللہ ہزارخوانی، پشاور)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

اَلْجَوَاب بِتَوْفِيْقِ اللهِ تَعَالىٰ وَعَونِه

جواب عرض کرنے سے پہلے بطور تمہید چند باتوں کو پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جواب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کون صاحب ہیں اور کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور صوبے کے اندر مرکز کے علاوہ یا مقابلے میں جو کمیٹیاں موجود ہیں، ان کمیٹیوں کے پسِ پردہ اصل محرکات کیا ہے۔

مسئلہ رویت ہلال دیوبندی اور بریلوی کے درمیان متنازعہ مسائل میں سے بھی نہیں ہے۔وہ اس لیے کہ خیبر پختونخوا کی بہ نسبت کراچی اور پنجاب میں دیوبند مکتبہ فکر کے جید علمائے کرام موجود ہیں،لیکن وہاں سے خیبر پختونخوا کی طرح صدائے احتجاج بلند نہیں ہورہا ہے۔رویت ہلال کے مسئلے کو ہم اگر مسلکی خول،سیاسی اغراض ومقاصد اور انانیت کے درودیوار کو پھاڑ کر ایک علمی اور فقہی مسئلے کی حیثیت سے دیکھیں تو یہ ایک خالص علمی،دینی،فقہی اور مذہبی مسئلہ ہے۔مسئلہ رویت ہلال کی شرعی حیثیت کو صورت مسئولہ کے تناظر میں معلوم کرنے کے لیے ایک ضابطہ کو مدنظر رکھنا ضروری ہے،ضابطہ یہ ہے کہ جس بات کا تعلق شہادت سے ہو تو اس کے لیے مجلسِ قضاء ضروری ہے اور مجلس قضاء کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے اور قاضی کی تعریف فقہ حنفی کی مستند کتابوں کی روشنی میں یہ ہے کہ قاضی وہ ہوتا ہے جس کو بادشاہ یا حکومت وقت نے منصب قضاء پر مقرر کیا ہو،محدود وقت کے لیے یا غیر محدود وقت کے لیے،مخصوص علاقے کے لیے یا پورے بادشاہ حکومت کے دائرۂ اختیار کے اندر تمام علاقوں کے لیے تمام مسائل یا کسی ایک نوع کے مسائل یا کسی مخصوص مسئلہ کے لیے۔جو بادشاہ ،قاضی مقرر کرتا ہے،اس کے لیے عادل ہونا اور مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

مجلہ میں ہے:

''لا تعتبر الشهادة تقع خارج مجلس المحاكمة''۔

ترجمہ:''جو شہادت قاضی عدالت سے خارج ادا کی جائے،وہ شرعاً معتبر نہیں ہے،(مجلّہ،مادہ نمبر 1687)''۔

شرح مجلہ میں ہے:

''ومن شروط اداء الشهادة مجلس القاضی فانه يتقيد بمجلس حكمه المعين من الامام وبمحل ولايته''۔

ترجمہ:''گواہی کی ادائیگی کے لیے شرط ہے کہ قاضی کے عدالت میں ہوں،اس لیے کہ شریعت نے گواہی کو ایسے قاضی کی عدالت اور حکم کے ساتھ خاص کیا ہے جو حاکم نے مقرر کیا ہو اور اس کی حدود ولایت کے اندر ہو،(شرح المجلۃ لسلیم رستم باز، ص:1002)''۔

fb.com/ilmetauqeet

فتح القدیر میں ہے:

''الشهادة شرعا اخبار صادق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء''۔

ترجمہ:''شہادت لغت میں سچی اور یقینی خبر دینے کو کہا جاتا ہے اور شریعت میں کسی شرعی حکم کو ثابت کرنے کے لیے لفظ اشھدُ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینے کو کہا جاتا ہے،(فتح القدیر،ج:6،ص:2)۔

ردالمحتار میں ہے:

''الشهادة شرعا اخبار صادق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی''۔

ترجمہ:''شریعت میں شہادت وہ سچی خبر ہے جو کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے لفظ اشھدُ کے ساتھ ہو اور قاضی کی مجلس میں ادا کی گئی ہو،(الفقہ الاسلامی وادلتہ،ج:8،ص:1028)

قاضی کی تعریف کے بارے میں مجلہ میں ہے:

''القاضی هو الذات الذی نصب وعین من قبل السلطان''۔

ترجمہ: ''قاضی وہ ہوتا ہے جو مقرر کیا گیا ہو بادشاہ کی جانب سے''۔

(المجلۃ ،مادہ:785 ،درالحکام ،ج:4 ،ص:583 ،400 ،شرح مجلۃ لخالد اتاسی ،ج:4 ،ص:6 ،فتاوی الہندیہ ،ج:3 ،ص:306 ،307)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''واذا اجتمع اهل بلدة علیٰ رجل وجعلوہ قاضیا لیقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیا''۔

ترجمہ: ''اگر ایک علاقے کے لوگ ایک آدمی پر اتفاق کریں اور اس کو فیصلے کرنے کے لیے قاضی بنادیں تو وہ شرعی طور پر قاضی نہیں ہوسکتا۔

(الہندیہ ،ج:3 ،ص:315)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر۔۔۔وذکر فی الملتقط والاسلام لیس بشرط فی السلطان الذی یقلد''۔

ترجمہ: بادشاہ کی طرف سے قضاء کی سپردگی جائز ہے ،بادشاہ عادل ہو یا ظالم ہو اور ملتقط میں ہے کہ جو بادشاہ قاضی کو منصب قضاء سپرد کرتا ہے ،اس کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے ،(الہندیہ ،ج:3 ،ص:307)''۔

مجلہ میں ہے:

''القضاء یتقید ویتحصص بالزمان والمکان''

ترجمہ: ''قاضی کے قضاء کو وقت اور مکان کے ساتھ محدود کرنا جائز ہے ،(المجلہ ،مادہ:1801)''۔

ردالمحتار اور دررالحکام میں ہے:

''ویتخصص (ای القضاء) بالزمان والمکان وخصومة''۔

ترجمہ: ''قاضی کے قضاء کو وقت ،مکان اور کسی ایک مسئلہ کے ساتھ مخصوص کیا جاسکتا ہے ،(ردالمحتار ،ج:4 ،ص:250 ،دررالحکام ،ج:4 ،ص:600)''۔

جواہرالفقہ میں ہے:

''رویت ہلال کے متعلق جو تحریر ہے ،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی خبر صادق اور یقین کو دوسروں پر لازم اور مسلط کرنے کے لیے ضابطہ شہادت کا قائم ہونا ضروری ہے ،اس کے بغیر کوئی قاضی یا حکم بھی اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط نہیں کرسکتا''۔

تو اب مسئلہ یہ ہے کہ جب چاند کی رویت سے اگر مانع موجود ہو تو رمضان کے لیے ایک ثقہ کی اور عیدین کے

لیے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے اور اگر مانع موجود نہ ہو تو دو چار آدمیوں کا دیکھنا اور شہادت دینا شرعاً نا قابل اعتبار ہے، جب تک مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ہلال کے دیکھنے کی شہادت نہ دے، تو رویت ہلال کے اثبات کے لیے بھی تمام فقہائے اسلام باستثناء ایک صورت شہادت ذکر کرتے ہیں۔

لٰہذا درج بالا حوالہ جات کی روشنی میں رویت ہلال کمیٹی کو شرعی طور پر مجلس قضاء کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے چیئر مین کو قاضی کی حیثیت حاصل ہے۔

تو مرکزی کمیٹی کا اعلان شرعاً معتبر اور درست ہے اور ان کے علاوہ پاکستان کے دائرۂ کنٹرول کے اندر کسی قسم کی کمیٹی رویت ہلال کے لیے شرعی طور پر غیر معتبر ہے۔

صوبہ خیبر پختونخوا حکومت کی حیثیت والی اور صوبے کی حیثیت ولایت کی ہے، شرعی طور پر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے مقابلے میں کسی کمیٹی کی حمایت کرنا غیر مشروع اور صوبائی حکومت کی حمایت سے مرکز کے مقابلے میں کوئی بھی کمیٹی مجلس قضاء کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتی ہے، مرکز کے مقابلے میں رویت ہلال کی تمام کمیٹیوں کی حیثیت کالعدم ہے۔

الحاصل: مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے حکم کے مطابق عام حالات میں روزہ رکھنا اور عیدین منانا لازم اور شرعی طور پر درست وصحیح ہے۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان سے قبل پاکستان کے اندر دیگر کمیٹیوں کے مفتیوں کے اعلان پر افطار کرنا ناجائز اور غیر مشروع ہونے کے ساتھ عامی پر قضاء اور عالم پر کفارہ لازم ہے، اس لیے امداد المفتیین میں ہے:

''لان قول المفتی شبۃ فی حق العامی لافی حق العالم وبالشبہ تسقط الکفارۃ، (امداد المفتین، ج:2،ص: 473)''۔

واللہ اعلم بالصواب

انا الافقر مفتی نظام الدین سرکانی عفی عنہ

خادم القرآن والحدیث بالجامعۃ الامانیہ گجر آباد، پشاور

(طبع دویم، 26 شعبان المعظم 1435ھ)

ستاروں کی تاثیر

سوال:

کیاستارے انسان کے مستقبل پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ ،برج سے کیامراد ہے؟ ،کیاستاروں کے ذریعے مستقبل کا حال معلوم کیاجاسکتا ہے؟،(ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ جمیل راٹھور،گلشن اقبال،کراچی)۔

جواب:

علم ہیئت (Astronamy) کے ماہرین اور قدیم یونانی فلسفیوں کا قول ہے کہ سات آسمانوں میں سے ہر آسمان پر ایک ستارہ گردش کررہا ہے جسے وہ ''کوکب سیارہ'' کہتے ہیں۔آٹھویں آسمان پر حرکت نہ کرنے والے ستارے ہیں جنہیں ''ثوابت'' کہتے ہیں۔آٹھویں آسمان پر سیاروں کے اجتماع سے مختلف اوقات میں مختلف شکلیں بنتی ہیں جو نویں آسمان ،فلک اطلس پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے منعکس ہوتی ہیں،انہیں یہ لوگ ''برج'' کا نام دیتے ہیں،یہ برج بارہ ہیں،حمل،ثور،جوزا،سرطان،اسد،سنبلہ،میزان،عقرب،قوس،جدی،دلو اور حوت۔سبع سیارات کے نام ہیں:قمر، مریخ،زہرہ،شمس،مشتری،زحل۔اہل نجوم (ستارہ پرست،جوستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں) کہتے ہیں:فلاں ستارہ فلاں برج میں پہنچ جائے تو بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا طوفان آتے ہیں وغیرہ۔اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور تاریخ پیدائش سے سیارہ نکالتے ہیں،پھر کہتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت یہ سیارہ فلاں برج میں تھا اور اس کی تاثیر یہ ہے،یہ سعد ہے یا نحس ہے۔

قرآن نے آسمانوں کی تعداد نو نہیں بلکہ سات بتائی ہے۔قرآن میں ''بروج'' کا ذکر ہے،لیکن ''بروج'' سے مراد سورج کے سفر کی منازل ہیں۔

اسلام کی رو سے بارش کے برسنے،قحط سالی یا طوفان آنے،سعد یا نحس ہونے میں ستاروں کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔تمام امور اللہ تعالیٰ کی قدیر،مشیت اور حکم کے تابع ہیں،اسی کی ہستی مؤثر بالذات ہے۔صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں حدیث ہے:

صحابی زید بن خالد بیان کرتے ہیں:رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی،اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا،نماز سے فارغ ہوکر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:''تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟''،صحابہ نے عرض کیا:اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر ہوئی اور بعض کی کفر پر ہوئی ہے،جس شخص نے یہ کہا کہ ہم پر خدا کے فضل وکرم

سے بارش ہوئی، اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی، اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔



سورج گرہن اور ستاروں کی تاثیر کی بابت اسلام کا نظریہ

قرآن مجید بنیادی طور پر ''کتاب ہدایت'' ہے، سورۃ البقرہ آیت نمبر 2 میں اسے ''اہل تقویٰ'' کے لئے ذریعہ ہدایت اور آیت نمبر 185 میں سارے عالم انسانیت کے لیے ہادی قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں آیات میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ قرآن کا پیغام ہدایت اور دعوت تو بلاشبہ ساری انسانیت کے لئے ہے لیکن اس سے فیض وہی پاتے ہیں جو اہل تقویٰ و ایمان ہیں۔ لہٰذا کتاب و سنت اور نبوت و رسالت کا بنیادی موضوع اور مشن عالم انسانیت کی رشد و ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں اگر کہیں انفس و آفاق، حیات و کائنات، طبیعات، فلکیات، ارضیات اور دیگر سائنسی و فنی علوم کی جانب اشارات و تصریحات ملتی ہیں تو ان کا مقصد بھی اہل فکر و نظر کے لیے تعقل اور تفکر و تدبر کی دعوت ہے، تذکیر و موعظت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قدرت و جلالت، اس کی کتاب مقدس اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی حقانیت و صداقت پر حجت قائم ہو جائے، اس میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کے بندوں کی فلاح و بقا کے لیے استعمال میں لانے کی ترغیب بھی ہے۔

اشیا کی حقیقت، ان کے آثار اور ان میں تغیر و تبدل کی سائنسی توجیہات کیا ہیں؟ یہ قرآن و حدیث کا اصل موضوع نہیں ہے، یہ ضمنی مباحث ہیں، تاہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان مباحث کو اپنی عظیم قدرت کی نشانی کے طور پر ضرور بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾''

ترجمہ: ''اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے، یہ بڑی غالب اور علیم ہستی کا مقرر کیا ہوا نظام ہے اور ہم نے چاند کے لئے بھی منزلیں مقرر فرما دی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی مانند (باریک) ہو جاتا ہے، نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ (اپنی گردش کے دوران) چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے، اور ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہا ہے، (یٰس: 38-40)''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

''اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝''۔

''سورج اور چاند حساب (اور قدرت کے مقررہ ضابطے) کے پابند ہیں اور (زمین پر بچھا ہوا) سبزہ اور (کھڑے) درخت (اس کے حضور) سجدہ ریز ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ''۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے (نہ) ہٹیں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں کوئی روک نہ سکے''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ''۔

ترجمہ: ''بلاشبہ زمین و آسمان کی پیدائش، گردش لیل و نہار اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لیے سمندر میں رواں دواں ہیں اور اس پانی میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا، پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کی گردش اور بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، ضرور (ان سب میں) اہل عقل و خرد کے لیے (اللہ تعالیٰ کی معرفت کی) نشانیاں ہیں''۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سورج، چاند، ستارے، بحر و بر، ہوائیں، بادل اور گردش لیل و نہار حتی کہ پورا نظام کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، یہ سب مظاہر کائنات ایک قادر مطلق ہستی کے غیر مرئی (Unseen) نظم و ضبط کی لڑی میں اتنی شدت سے بندھے ہوئے ہیں کہ کسی کو مجال انحراف نہیں ہے۔ یعنی یہ نظام کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک مربوط، منضبط اور منظم شاہکار قدرت ہے۔

موجودہ دور میں کسوف (سورج گرہن) اور خسوف (چاند گرہن) کی سائنسی توجیہ اور عادی سبب تو سب کو معلوم ہے کہ جب دوران گردش زمین اور سورج کے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے تو سورج کی روشنی جزوی یا کلی طور پر زمین پر پہنچ نہیں پاتی اور تاریکی چھا جاتی ہے، اسے سورج گرہن کہتے ہیں اور جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تو چاند گرہن ہو جاتا ہے۔ سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کے نزدیک یہ ایک معمول کی بات ہے جو وقتاً فوقتاً ظہور میں

آتی رہتی ہے، لیکن اسلام کی نظر میں یہ ایک غیر معمولی صورتحال ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور قدرت و کمال کی ایک عظیم نشانی ہے اور مومن صادق اسے اسی زاویۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ گویا منظر (Scenario) ایک ہی ہے لیکن مومن اور کافر و ملحد کے زاویۂ نظر اور طرز فکر میں بنیادی فرق ہے۔ کیونکہ جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ قدرت باری تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے تو اس کی حکمت قرآن نے یہ بتائی ہے:

''ہم اپنی نشانیاں (اپنے عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں، (بنی اسرائیل:59)''۔

یعنی یہ مقام عبرت ہے کہ جب سورج جیسا عظیم منبع حرارت و نور اور معلوم کائنات کا سب سے بڑا مظہر ایک خاص وقت میں اور ایک خاص مرحلے پر زمین تک اپنی روشنی کی ترسیل پر قادر نہیں ہوتا اور اس کی روشنی کی شعاعوں کی راہ میں ایک محدود وقت کے لیے زمین یا چاند کا حائل ہونا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے اور کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اپنی قدرت و طاقت کے بل پر اس میں کوئی تبدیلی لائے یا اس گرہن کو ٹال دے یا اس کی مدت میں کمی بیشی کر دے۔ تو اس موقع پر انسان یہ سوچے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ سورج کے منبع حرارت و نور سے روشنی کو بالکل سلب فرما دے تو کس کے بس میں ہے کہ اسے بحال کر سکے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ''۔

ترجمہ: ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، (التکویر:1)''، (یعنی سورج کی وہ روشنی جو ساری کائنات کو منور کرتی ہے، اسی پر لپیٹ دی جائے گی اور اس کی ترسیل (Transmission) روک دی جائے گی)۔

لہٰذا بندۂ مومن جب قدرت باری تعالیٰ کی ایسی آیات عظیم کو دیکھے تو سراپا تسلیم و رضا بن کر اس کے حضور سجدہ ریز ہوجائے اور یہ سوچے کہ جب سورج اور چاند جیسے عظیم مظاہر کائنات اس کے حکم کے آگے بے بس ہیں، تو انسان عاقل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس کی حکم عدولی کرے، چنانچہ احادیث مبارکہ میں بکثرت آیا ہے کہ جب سورج گرہن لگتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اختیار نماز کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ جب عہد رسالت میں سورج گرہن لگا تو یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ ان ہی دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا، اس لئے بعض لوگوں نے سورج گرہن کو اسی کا سبب قرار دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان باطل نظریات کی واضح تردید کرتے ہوئے فرمایا: سورج یا چاند کو کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں لگتا بلکہ یہ دونوں (کسوف و خسوف) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو نماز پڑھو (صحیح مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ اس تاریکی کو دیکھ کر قبر کی تاریکی کو یاد کرو اور عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

پس معلوم ہوا کہ سورج گرہن کا کسی کی موت وحیات اور نفع ونقصان سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ہی کسی شبھ گھڑی یا نحس ساعت سے اس کا کوئی تعلق ہے، اسلام کی رو سے یہ سارے توہمات، نظریات اور عقائد باطل ہیں، فقط اتنی بات درست ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورج گرہن کے موقع پر نماز کسوف پڑھنا اس لیے تھا کہ اس عالم اسباب میں لوگوں کی نظر اسباب پر ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ذات مسبب الاسباب پر ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت، عظمت اور ہیبت دل پر چھا جاتی تھی کہ حرارت ونور کے اتنے بڑے سرچشمے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کنٹرول کر رکھا ہے، اگر یہ زمین کے قریب آجائے تو سب کچھ جل کر خاکستر ہو جائے اور اگر زمین سے بہت دور چلا جائے تو شدید سردی کے سبب سارے ذی حیات فنا ہو جائیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز، توبہ واستغفار، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکر وتسبیح کی تعلیم دی۔

سورج گرہن کے وقت سورج کی طرف دیکھنے کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ اگر طبی لحاظ سے ماہرین کی رائے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو ضرور احتیاط کریں یا ان آلات کی مدد سے دیکھیں جو تجویز کیے گئے ہوں۔

یہ خیال بھی شرعاً بالکل باطل ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر خواتین بالخصوص حاملہ خواتین پر کوئی خاص اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان توہمات کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ البتہ خواتین کو بھی چاہیے کہ نماز، ذکر، توبہ واستغفار اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں۔

سورج یا چاند گرہن کا حاملہ عورت پر کوئی طبعی اثر مرتب نہیں ہوتا

سوال:

عوام میں یہ مشہور ہے کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت حاملہ عورت بیٹھے نہیں بلکہ چلتی پھرتی رہے، اسی طرح حاملہ جانور کو بھی سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت نہیں بیٹھنے دینا چاہئے، شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟۔
(مولانا محمد احمد ساجد، ریلوے روڈ بصیر پور ضلع اوکاڑہ)

جواب:

یہ خیال شرعاً بالکل باطل اور غلط ہے کہ سورج یا چاند گرہن کے موقع پر خواتین بالخصوص حاملہ خواتین پر کوئی اثرات مرتب ہوتے ہیں یا انہیں اُس وقت چلتے پھرتے رہنا چاہیے، اِن توہّمات کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے، ہاں! خواتین کو بھی چاہئے کہ نماز، ذکر، توبہ واستغفار اور تسبیح وتحمید میں مشغول رہیں۔ اسی طرح حاملہ جانور کو بھی سورج گرہن یا چاند گرہن کے وقت کھڑا رکھنے یا چلاتے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
(تفہیم المسائل: جلد 6 صفحہ 47-46، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ستمبر 2017)

چاند کے متعلق چند ماثورہ دعائیں

”رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“۔

ترجمہ: ”اے ہمارے ربّ تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، لہٰذا ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا“۔

”اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الشَّهْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْقَدْرِ وَمِنْ سُوْءِ الْحَشْرِ“۔

ترجمہ: ”اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ساری قوت وقدرت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ، میں اس (نئے) مہینے میں تجھ سے خیر کا طالب ہوں اور بری تقدیر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن میں برے طریقے سے تیرے حضور جمع کیا جاؤں“۔

”اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ“

ترجمہ: ”اللہ ہم پر اس چاند کو امن اور ایمان اور خیریت اور سلامتی والا کردے اور (ہمیں) توفیق دے اُس عمل کی جو تجھے پسند اور مرغوب ہو۔ اے چاند میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے“۔

جنابِ شاہ زیب خانزادہ کے نام

میں بارہا لکھتا رہا ہوں کہ پرائیویٹ ٹیلی وژن چینلز میں جو اینکر پرسنز رونق افروز ہیں، وہ بزعمِ خویش عقلِ کل ہوتے ہیں اور جس کی چاہیں پگڑی اتاریں اور جسے چاہیں اپنے جوتے کی نوک پر رکھ لیں۔ بعض شعبے حساس ہوتے ہیں، جیسے مذہب، مگر وہ اپنے آپ کو مذہب کا بھی مُصلح (Reformer) سمجھتے ہیں اور اس شعبے میں بھی ٹانگ اڑانا اپنی دانش کی معراج سمجھتے ہیں۔

جنابِ شاہ زیب خانزادہ جیو نیوز پر پروگرام کرتے ہیں، جیو والے اُن کے پروگرام کو اپنے اشتہار میں سپر ہٹ قرار دیتے ہیں، لہٰذا وہ مذہب اور اہلِ مذہب کو بھی Hit کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ دنیا میں ستاون مسلم ممالک ہیں، اُن میں قمری مہینوں رمضان المبارک، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے لیے جو بھی رویت کا سرکاری نظام ہے، اُس کے مطابق حکومتی اعلان آجاتا ہے اور لوگ اُس پر عمل کرتے ہیں۔ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے کہ جہاں ٹیلی وژن چینلز آئے دن رویتِ ہلال پر بحثیں شروع کردیتے ہیں اور اسٹوڈیوز میں رونقیں لگاتے ہیں، کیونکہ ہم ساری دنیا میں منفرد خصوصیات کی حامل قوم ہیں۔

2 ستمبر 2016ء کی شب جنابِ شاہ زیب خانزادہ نے بڑی شَدّومد کے ساتھ اپنا قیمتی وقت صَرف کیا کہ مفتی منیب الرحمن نے محکمۂ موسمیات کو چاند کے بارے میں اپنی پیش گوئی کو پبلک کرنے سے روک دیا ہے اور یہ سماں باندھا کہ گویا اس کے سبب سائنس اور علم کا راستہ روک دیا گیا ہے اور جہل کی تاریکی کو مُسلّط کیا جارہا ہے۔

خانزادہ صاحب سے گزارش ہے کہ موجودہ دور میں نئے چاند (New Moon) کی پیدائش یا امکانِ رویت ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جسے کوئی شخص دنیا والوں سے چھپا سکے یا پردہ ڈال دے۔ ہمارے ملک کی یونیورسٹیوں میں فلکیات (Astronomy) کے شعبے موجود ہیں، خلائی تحقیقاتی ادارہ سپارکو موجود ہے، پرائیویٹ ماہرین موجود ہیں، نیٹ پر Moonsighting.com پر کوئی بھی جائے، تو اُسے ساری معلومات مل جاتی ہیں۔

مجھے ہر ماہ درجنوں ماہرین امکانِ رویت کے حوالے سے اپنی رپورٹیں بھیجتے ہیں۔ کراچی کے ایک دینی ادارے ''جامعۃ الرشید'' میں باقاعدہ شعبۂ فلکیات موجود ہے اور ہر قمری مہینے کے آغاز سے پہلے اور بعد اُن کی تفصیلی رپورٹ روزنامہ اسلام میں چھپتی ہے، دعوتِ اسلامی العالمی کے مرکز فیضانِ مدینہ میں بھی شعبۂ توقیت اور فلکیات کام کررہا ہے، اُن کی رپورٹیں بھی ہمیں دستیاب ہوتی ہیں، خلائی تحقیقاتی ادارہ سپارکو، یونیورسٹیوں کے فلکیات کے ماہرین اور آزاد ماہرین بھی ہمیں باقاعدگی سے رپورٹیں بھیجتے ہیں۔

ہماری دینی جامعات میں تخصُّص فی الفقہ والافتاء کے نصاب میں بھی علمِ توقیت وفلکیات کے بارے میں آگہی کے لیے Short courses کرائے جاتے ہیں۔ الغرض جنابِ شاہ زیب خانزادہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ صیغۂ راز میں ہو اور اُس پر کوئی پردہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے چھپادے اور آپ اسٹوڈیوز میں اُس پر طوفان مچادیں۔ الحمدللہ! ہم بھی اس دنیا میں رہتے ہیں۔

شاہ زیب خانزادہ صاحب! جتنا جدید علم آپ نے حاصل کر رکھا ہے، اتنا یا اُس سے کچھ کم اس ناچیز طالبِ علم نے بھی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم شیشے کے گھر یعنی اسٹوڈیوز میں نہیں بیٹھتے کہ وہاں سے ہم جس پر چاہیں چاند ماری کریں، جس کی عزت سے چاہیں کھیلیں، سب کی خبر لیں لیکن خود کسی کو جواب دہ نہ ہوں۔ ہمارے ملک وقوم کی بدقسمتی ہے کہ آزاد میڈیا کے آنے کے بعد اب وطن عزیز میں کوئی بھی منصب یا کوئی بھی صاحبِ علم لائقِ توقیر نہیں رہا، حالانکہ مہذّب ومتمدّن معاشروں میں اہلِ علم ودانش اور اہلِ تقویٰ وکردار پوری ملت کا مشترکہ اثاثہ سمجھے جاتے ہیں۔

fb.com/ilmetauqeet

محکمۂ موسمیات کا مسئلہ یہ ہے کہ اُس کی اصل مہارت موسم کی پیش گوئی کے حوالے سے ہے، فلکیات سے اُن کا تعلق ضمنی ہے۔ وہ ایک سرکاری ادارہ ہے اور وہ جب حساس مواقع پر ٹیلی وژن چینل پر آکر مسلسل پیش گوئی کرتے ہیں تو لوگوں کا ایک ذہن بنتا ہے اور بعد میں فیصلہ اُس کے برعکس آئے تو لوگ کنفیوژن کا شکار ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ ایک سرکاری ادارہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات بدگمان لوگ اُن کی پیش گوئی کو سرکار کے ایما کا نتیجہ بھی قرار دے سکتے ہیں۔

بعض اوقات موسم کے بارے میں اُن کی پیش گوئیوں کا آپ لوگ خود مذاق اڑاتے ہیں، اخبارات میں کارٹون چھاپتے ہیں، لہٰذا اُن کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ اپنی پیش گوئی سے ہمیں مطلع کریں اور وہ ایسا کرتے بھی ہیں۔ امکانِ رویت کے حوالے سے بعض چاند انتہائی حساس ہوتے ہیں اور اس کے بارے میں بعض صورتوں میں ماہرین بھی سو فیصد متفق نہیں ہوتے، جہاں امکان ففٹی ففٹی ہو، وہاں احتیاط بہتر ہے، اس سال عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے چاند کی پوزیشن انتہائی حسّاس تھی۔

ہمارا اجلاس تو اکثر محکمۂ موسمیات کے ہیڈ کوارٹر میٹ کمپلیکس کراچی ہی میں ہوتا ہے، آپ کو پریشانی اس وقت ہوتی کہ ہمارے فیصلے اور محکمۂ موسمیات کی رپورٹوں میں تضاد ہوتا۔ میں ہر قمری چاند کے اعلان کے موقع پر محکمۂ موسمیات کی آفیشل رپورٹوں کا حوالہ بھی دیتا ہوں اور اس سال بھی عیدالاضحیٰ کے موقع پر بتایا کہ پاکستان بھر میں محکمۂ موسمیات کے مراکز سے بھی باقاعدہ (Officially) عدمِ رویت کی رپورٹ دی گئی، اس کے باوجود آپ کی پریشانی اور اضطراب ناقابلِ فہم ہے۔

بس صرف شوروغوغا برپا کرنا اور قوم کو انتشار میں مبتلا کرنا، کیا یہی میڈیا کی معراج ہے اور یہی ریٹنگ حاصل کرنے کا حربہ ہے۔ خدارا! رحم فرمائیں، جب آپ بار بار مذہب میں دخل دیتے ہیں اور لوگ احتجاج کرتے ہیں، تو پھر آپ ہی لوگ اہلِ مذہب پر عدمِ برداشت (Non Tolerant) کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ بنیادی طور پر میٹرالوجسٹ فلکیات کے متخصّص (Specialised) نہیں ہوتے اور یہ کہنا کہ سو سال یا ہزار سال کی پیش گوئی کی جاسکتی ہے، یہ بھی سب کو معلوم ہے۔

جہاں تک علامہ جاوید احمد غامدی کے نظریات کا تعلق ہے، اُن سے ہم واقف ہیں اور وہ بھی ہمارے نظریات سے واقف ہیں اور فریقین ایک دوسرے کے دلائل سے بھی واقف ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس ملک میں جو مسلمان پائے جاتے ہیں، اُن کا ایک یا دو فیصد بھی علامہ غامدی صاحب کے مذہبی نظریات سے متفق نہیں ہے، اگرچہ اُن کا لبرل ازم اور آزاد خیالی ہمارے میڈیا پرسنز کو بہت پسند ہے، مگر کیا اِس ملک کے اٹھانوے فیصد مسلمان خس وخاشاک ہیں کہ آئے روز آپ اُن کا تمسخُر اڑائیں اور غامدی صاحب کو لے کر بیٹھ جائیں تاکہ وہ علماء کی تضحیک اور تجہیل (To consider ignorant) کریں۔ جیو ٹیلی ویژن میں چونکہ اُن کے صاحبزادے جنابِ معاذ غامدی اعلیٰ منصب پر فائز ہیں، اس لیے اُن کا یک طرفہ طور پر پورا نقطۂ نظر دیا جاتا ہے۔ تاہم میں اس حد تک علامہ جاوید احمد غامدی کا شکرگزار ہوں کہ وہ اپنے نظریاتی تفرُّد کے باوجود یہ بات ضرور کہتے ہیں کہ رویتِ ہلال کے حوالے سے سرکاری اعلان ہی کو تسلیم کیا جائے۔

ہم نے اس لیے میڈیا پر مختلف موضوعات پر اپنا موقف دینا چھوڑ دیا کہ ہمارے چند جملے صرف مَطلَع کے طور پر لے لیے جاتے ہیں اور اُس کے بعد بحرِ طویل میں علامہ جاوید غامدی کی پوری غزل نشر کی جاتی ہے۔

سلمان تاثیر صاحب کے قتل کے بعد جنابِ میر شکیل الرحمن نے جیو ٹیلی وژن نیٹ ورک کے ڈائرکٹر صاحبان سے میری میٹنگ کرائی، میں نے انہیں یہی مشورہ دیا کہ لِلّٰہ! حسّاس مذہبی مسئلوں کو موضوع نہ بنائیں، آپ مذہب کے مُحقّقین اور متخصّصین (Specialised) نہیں ہیں۔

ایک کانفرنس کے موقع پر میں نے مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، علامہ ساجد نقوی، علامہ قاضی نیاز حسین نقوی، پروفیسر ساجد میر اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور تمام مکاتبِ فکر کے دیگر سرکردہ علماء کی موجودگی میں اِن حضرات سے گزارش کی کہ اپنے نوجوان علماء کو میڈیا پر امامت، خلافت، طلاقِ ثلاثہ، حلالہ، مُتعہ اور اِن جیسے حسّاس موضوعات پر مناظروں سے روکیں، یہ کلاس روم کے اور اکیڈمک موضوعات ہیں، اِن کا پبلک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میڈیا والے رونق لگانے اور محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مذہب توڑنے کے لیے ہے، جوڑنے کے لیے نہیں ہے، اِس طرح کے موضوعات کو وقتاً فوقتاً زیرِ بحث لاتے ہیں۔

ہمارے میڈیا پرسنز تو مذہب اور اہلِ مذہب کو کوس کر اپنے نفس کی تسکین کا سامان کر لیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا باقی شعبہ ہائے حیات میں پوری قوم کے درمیان مکمل یک جہتی، وحدتِ فکر اور نظریاتی ہم آہنگی ہے؟۔ ایک دوسرے پر اہلِ سیاست کی دشنام اور اتہام و الزام تو پوری قوم ہر روز سرِ شام سے نصف شب تک کسی توقُّف کے بغیر سنتی رہتی ہے۔ سو اہلِ مذہب بھی اِسی معاشرے اور اِسی زمین کے خمیر سے نکل کر آتے ہیں، یہ کوئی آسمانی مخلوق نہیں جو پیرا شوٹ سے اتر کر زمین پر آئی ہو۔

رویت ہلال کے حوالے سے علامہ جاوید احمد غامدی کے نظریے پر بارہا لکھ چکا ہوں۔ اُن کے نزدیک ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو'' والی حدیث میں ''رویت'' علم کے معنی میں ہے۔ لہٰذا اُن کے نزدیک جب سائنسی علم سے قطعی طور پر معلوم ہو جائے کہ نیا چاند پیدا ہو گیا ہے، اگرچہ عملی رویت کا دور دور تک کوئی امکان نہ ہو، تو رمضان اور عید کا اعلان کر دینا چاہیے۔ لیکن ہماری فقہ کا اُصول یہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کو اُس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا ممکن ہو، مجاز کی طرف نہیں جائیں گے۔ رویت کا حقیقی معنی ''آنکھ سے دیکھنا'' ہے اور علم اُس کا مجازی معنی ہے۔ پس رویت کو حقیقی معنی پر محمول کرنا ممکن ہے اور پاکستان میں پائے جانے والے تمام مکاتبِ فکر کی فقہ میں یہی معتبر ہے اور اہلِ پاکستان کے تمام مذہبی مکاتبِ فکر کی غالب ترین اکثریت اسی نظریے کی حامی ہے۔

سو آپ آزاد ہیں، اپنے نفس کی تسکین کے لیے انہیں جاہل کہہ دیں، دقیانوسی کہہ دیں، گزرے ہوئے وقتوں کے لوگ کہہ دیں، جس گالی سے آپ کے دل کو تسکین ملے نواز دیں، لیکن آج کی تاریخ تک اِس خطے میں رہنے والے مسلمانوں کے فقہی نظریات یہی ہیں۔

(آئینہ ایام: جلد 4 صفحہ 139-143، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جنوری 2018)



کتنی حقیقت، کتنا فسانہ

میں ایک عرصے سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئر مین کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا ہوں ۔ میں نے اس منصب کے لیے نہ کوئی درخواست دی تھی اور نہ ہی کسی کے آگے اس خواہش کا اظہار کیا تھا، تاہم جب یہ ذمے داری مجھے تفویض کر دی گئی تو میں اپنی اہلیت وصلاحیت کے مطابق دیانت داری سے اس فریضے کو انجام دیتا رہا ہوں۔

میں ایک سے زائد مرتبہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر یہ واضح کر چکا ہوں کہ اس منصب کے عوض مجھے کوئی مشاہرہ یا اعزازیہ نہیں ملتا۔لیکن اس کے باوجود آئے دن کوئی نہ کوئی شخص کالم میں یا اسٹوڈیوز میں بیٹھ کر بڑ ہانکتا رہتا ہے کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی پر قومی خزانے سے بے انتہا پیسا خرچ ہوتا ہے، اس جھوٹ کا بھی ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے ۔جن شعبوں میں قومی خزانہ لٹتا رہتا ہے، اس کے لیے کم لوگوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے، سوا اس کے کہ وہ کسی ایجنڈے پر کام کرر ہے ہوں۔

میڈیا کے تمام حدود وقیود سے آزاد ہونے کے بعد بہت سے کالم نگاروں اور اینکر پرسنز نے از خود اپنے آپ کو ملک وملت ،قوم اور دین کے لیے مُصلحِ اعظم بنالیا ہے اور حقِ خود اختیاری کے طور پر اس منصب پر فائز ہو گئے ہیں ۔ اسٹوڈیوز میں بیٹھ کر جس پر چاہیں الفاظ کی چاند ماری کریں، اگر آپ مظلوم ہیں تو آپ کے لیے کوئی جائے فریاد نہیں ہے، عدالتیں بھی اس معاملے میں بے بس ہیں ۔ہم نے بہت سے نامور لوگوں کے بیانات پڑھے کہ انہوں نے ازالۂ حیثیتِ عرفی کے لیے عدالت سے رجوع کیا اور اپنی عزت کی پامالی کے عوض کروڑ ہا یا اربوں روپے معاوضے کا قانونی نوٹس بھیجا، کچھ نے عدالتوں کے چکر بھی لگائے ،لیکن حاصل کچھ نہ ہوا۔ یہ تو وہ لوگ تھے جو بڑی بڑی قانونی فیسیں ادا کرنے کے قابل تھے یا ماہر وکلا کی مفت قانونی مدد انہیں حاصل تھی، ہم جیسے فقیر تو یہ علامتی اقدام بھی نہیں کر سکتے ،البتہ غالب کے الفاظ میں یہی فریاد کر سکتے ہیں:

حد چاہیے سزا میں ، عقوبت کے واسطے
آخر گناہ گار ہوں ، کافر نہیں ہوں میں

اگر آپ کے ہاتھ میں قلم ہے اور کسی وقیع اخبار کے ادارتی صفحے پر آپ کے لیے جگہ مخصوص ہے یا آپ قضائے الٰہی سے کسی ٹیلی وژن چینل کے اسٹوڈیو میں براجمان ہو گئے ہیں، تو آپ مُصلحِ اعظم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ بھی تو معصوم

عن الخطا نہیں ہیں، آپ کی اصلاح کون کرے گا یا آپ کا ڈسا ہوا آپ کے زہر کا تریاق تلاش کرنے عراق کیسے جائے گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے آجاؤ، ہمارے صفحات یا ہمارا اسٹوڈیو حاضر ہے، لیکن جسے ذلت سے لطف اندوز ہونا ہو، وہ تو ہو چکا، اب بار بار اس تجربے سے گزرنے کا کیا فائدہ، کیونکہ ڈرائیونگ سیٹ پر آپ ہیں، مائیک یا قلم آپ کے پاس ہے تو کیسی فریاد اور کیسی داد؟۔

انتہا یہ ہے کہ بعض دوستوں نے بتایا کہ سندھ کی صوبائی حکومت کے مشیرِ مذہبی امور ڈاکٹر عبدالقیوم سومرو نے کسی چینل پر کہا: ''مفتی منیب الرحمن حکومت کا تنخواہ دار ملازم ہے، اسے یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے''۔ سومرو صاحب کو برملا یہ جھوٹ بولنے کا استحقاق کہاں سے حاصل ہوا اور مجھے کون سے سرکاری شعبے سے تنخواہ دی جارہی ہے، جولیس سیزر کا یہ جملہ ان کے پیشِ خدمت ہے: ''بروٹس یوٹو''۔

سینیئر صحافی جنابِ حامد میر سے ہمارا باہمی احترام کا تعلق رہا ہے، ان پر جب حملہ ہوا تو ہاسپٹل میں ان کی عیادت کے لیے سب سے پہلے حاضر ہونے والوں میں یہ فقیر بھی تھا، اُن سے ملاقات تو نہ ہوسکی، مگر اُن کے بھائی جناب عامر میر اور جیو ٹیلیویژن کے CEO جناب میر ابراہیم سے ملاقات ہوئی اور حاضری لگوائی۔ انہوں نے بھی میرا کلپ دکھا کر تبصرہ کرنا ضروری سمجھا:

fb.com/ilmetauqeet

تکلیف تو کم وبیش پہنچتی ہے سبھی سے
اپنوں سے جو پہنچے تو گزرتی ہے گراں اور

حامد میر صاحب سے گزارش ہے کہ کوئی شخص اپنے مزاج کے خلاف اگر کبھی کوئی بات کرتا ہے یا رویہ اختیار کرتا ہے، تو اس کا کوئی سیاق وسباق ہوتا ہے، متعلقہ شخص سے حقیقتِ حال معلوم کرلینی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی صاحب ''خُلُقِ عظیم'' نہ کوئی تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا اور اس کی سند آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ایسے لمحات آئے کہ آپ نے شدید غضب فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم تقدیر پر بحث کررہے تھے، رسول اللہ ﷺ اس پر غضب ناک ہوئے، یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور ہمیں ایسا لگا کہ آپ کے رخسارانِ مبارک پر گویا انار نچوڑ دیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا مجھے تمہاری طرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ اس طرح کی بحثیں کرو؟، (سنن ترمذی:2133)''۔

ماضی میں جب وفاقی اور صوبائی وزرا رویت ہلال کے تنازعے میں فریق بن کر آئے تو میں نے میڈیا پر آکر اُن کا سامنا کیا اور یہ میرے منصب کا تقاضا تھا۔ اس کے بعد گزشتہ کئی سالوں سے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے دوستوں

کی خواہش کے باوجود میں اس تنازعے میں نہیں الجھا اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی ،قوم کے ذی شعور لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم ہے۔

کچھ عرصہ پہلے سینیٹ میں جنابِ فرحت اللہ بابر نے زور شور سے مجھے اپنی تنقید اور توجہات کا ہدف بنایا۔ وزیرِ مملکت برائے مذہبی امور جنابِ پیر امین الحسنات شاہ نے ان کو مدلّل جواب دیا اور بتایا کہ ہماری حکومت کے کئی سال گزرنے کے باوجود تا حال جنابِ سید خورشید شاہ کے نامزد کیے ہوئے ممبران کی رکنیت جاری وساری ہے ،جن میں سے اکثریت کا تعلق اندرونِ سندھ سے ہے۔ تمام مسالک کے علماء کو کسی ایک بات پر متفق کرنا آسان کام نہیں ہے،اس کے باوجود ہمارے سارے فیصلے اتفاقِ رائے سے ہوتے ہیں۔ اس سال رمضان المبارک کے چاند کی رویت کا اعلان کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا:

''مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان میں ایک بھی ممبر میری منظوری یا سفارش سے شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی مجھے تقرّر سے پہلے کوئی اطلاع دی گئی۔ اس کے باوجود میں سب کے ساتھ اتفاق رائے سے چل رہا ہوں'' تو حضور والا! یہ پلِ صراط ہے،بازیچۂ اطفال نہیں ہے، غالب نے کہا ہے:

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا

میرا سوال ہے کہ جنابِ سینیٹر فرحت اللہ بابر پانچ سال ایوانِ صدر میں رہے اور اس وقت کے صدر جنابِ آصف علی زرداری کے مقرّبین خاص میں شامل رہے، تو اس وقت انہیں یہ خیال کیوں نہ آیا؟۔ پاکستان میں سب سے بڑی دینی قوت دینی مدارس وجامعات کی پانچ تنظیمات کا الائنس، اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان ہے، میں تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کا صدر ہونے کے علاوہ اس اتحاد کا بھی سیکریٹری جنرل ہوں، تو کیا ان حضرات کی دیدۂ بینا کے لیے اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ پاکستان میں موجود مختلف مسالک کے منتخب اکابر مجھ پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ بات میں کسی عُجب واستکبار کی بنا پر نہیں، بلکہ انتہائی عجز وانکسار، تحدیثِ نعمت اور حقیقتِ واقعہ کے طور پر بیان کر رہا ہوں۔ یہ حقیقت عالمی سطح پر بھی سب کو معلوم ہے اور جن عالمی قوتوں کے سر پر مدارس کا جِن سوار ہے اور وہ ان کی اصلاح کے درپے رہتے ہیں، وہ بھی ہم ہی سے رابطہ کرتے ہیں۔

رمضان المبارک، شوال المکرم، ذوالحجہ اور محرم الحرام کے اَہِلَّہ (New Moons) چونکہ حسّاس ہوتے ہیں، اس لیے میں تمام ٹیلی وژن چینلز سے اپیل کرتا ہوں کہ لِلّٰہ! کوئی غیر مصدّقہ اور عبوری خبر نہ دیں اور ٹِکر نہ چلائیں، جب

بھی مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان اتفاقِ رائے سے حتمی فیصلہ کرے گی، تو ایک ہی وقت میں میڈیا کے سامنے اعلان کیا جائے گا۔ اگر غیر مصدقہ خبروں پر ٹِکر چلائے جائیں کہ اتنے آدمیوں نے چاند دیکھ لیا اور بعد میں فیصلہ عدمِ رویت کا ہوا تو یہی میڈیا تبصرے کرے گا کہ شہادتوں کو قبول نہیں کیا گیا۔

اکثر پاکستانیوں کے پاس ایک یا ایک سے زائد موبائل فون موجود ہیں اور لوگ شرارتاً یا شوقیہ بھی فون کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہماری ذمے داری ہوتی ہے کہ یہ شہادتیں علماء اور ماہرین کی موجودگی میں بند کمرے میں لی جائیں۔ پہلے یہ بات طے کرنی ہوتی ہے کہ آیا ٹیلی فون کرنے والا ذمے دار آدمی ہے اور اس کی شناخت معلوم ہے، پھر دیکھا جاتا ہے کہ فنی اعتبار سے اس کی شہادت درست ہے اور پھر قریب ترین زونل کمیٹی یا کسی عالم کے پاس بھیج کر شرعی اعتبار سے اطمینان کیا جاتا ہے۔ ان مراحل سے اطمینان بخش طریقے سے گزرنے کے بعد حتمی فیصلہ کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ کروڑوں مسلمانوں کے روزے کی عبادت کا مسئلہ ہے، اگر یہ محض ایک تہوار ہوتا تو دیگر قومی تہواروں کی طرح پارلیمنٹ اس کو بھی طے کر لیتی۔

کراچی میں محکمۂ موسمیات کے تعاون سے ہم فول پروف انتظامات کرتے ہیں اور اس کے لیے میں ہمیشہ محکمہ موسمیات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سال وفاقی وزارتِ مذہبی امور نے لاہور میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کی ذمے داری صوبۂ پنجاب کے اوقاف و مذہبی امور کے اعلیٰ ذمے داران کو تفویض کی۔ میں نے تین دن پہلے ان کو سارا فارمیٹ بتایا:

(1) حتمی اعلان کے لیے کامن روم بڑے سائز کا ہونا چاہیے، جہاں میڈیا کے لیے تمام سہولتیں دستیاب ہوں۔

(2) مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان اور زونل کمیٹی لاہور کے ممبران پر مشتمل اجلاس کے لیے بڑا کمرا ہونا چاہیے، جہاں میڈیا کی رسائی نہ ہو۔

(3) شہادتوں کے وصول کرنے اور جانچنے کے لیے الگ کمرا ہو اور وہاں بھی میڈیا کی رسائی نہ ہو اور یہ بھی تاکید کی کہ کوئی بھی خبر حتمی فیصلے سے پہلے میڈیا کو نہ دی جائے۔

ہم اجلاس میں بیٹھے تھے کہ محکمۂ اوقاف کے ذرائع سے ٹیلی ویژن چینل پر ٹِکر چلنے شروع ہوئے کہ دو شہادتیں آ گئیں وغیرہ۔ میں نے اوقاف کے سیکریٹری اور ڈائریکٹر جنرل سے پوچھا کہ یہ خبریں کون دے رہا ہے؟، انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں سے کوئی نہیں دے رہا اور کوئی خبر لیک نہیں ہو رہی۔ میں مجبوراً شہادتیں وصول کرنے کے کمرے میں گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے درمیان کوئی خبر تو لیک نہیں کر رہا، انہوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔ پھر میں میڈیا کے پاس گیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر کہا کہ لِلّٰہ! اس طرح کی خبریں چلانا بند کر دیں، یہ کروڑوں مسلمانوں کی عبادت کا مسئلہ ہے۔ اتنے میں میری نظر محکمہ اوقاف کے ایک اہل کار پر پڑی جو میڈیا کے سامنے ٹیبل پر ٹیلی

فون لیے بیٹھا تھا اور غیر مصدّقہ خبریں وصول کر کے میڈیا کو فراہم کر رہا تھا، تو میرے پاس ٹیلی فون کا تار نکالنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، اتنی تاکیدات کے بعد بے احتیاطی پر غصہ آنا فطری بات ہے، سو اس حقیقت کو فسانہ بنا کر داستانیں تخلیق کرنا کون سا ذمے دارانہ فعل ہے؟۔

(آئینہ ایام: جلد4 صفحہ 50-45 ،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جنوری 2018)



fb.com/ilmetauqeet

کیا ''۷۸۶'' لکھنا صحیح ہے

سوال:

ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی کے 25 نومبر تا یکم دسمبر 2002ء کے شمارے میں ''آپ کے مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں'' کے عنوان کے تحت ایک شخص محمد عمر فاروق (جیکب آباد) نے سوال کیا کہ: ''بسم اللہ کے طور پر خطوط وغیرہ پر جو 786 لکھا جاتا ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کیجیے کہ کیا یہ صحیح ہے؟۔

عام طور پر خطوط، دستاویزات اور تحریروں وغیرہ میں بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ لکھ دیا جاتا ہے کہ ان کاغذات کے زمین پر گرنے سے بسم اللہ کے پاکیزہ حروف کی بے ادبی ہوتی ہے، ان کو بے ادبی سے بچانے کے لیے ۷۸۶ لکھ دیا جاتا ہے جب کہ اسلامی تعلیم واضح طور پر یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا چاہیے جو کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع نہ کیا جائے، اس میں برکت نہیں ہوتی اور وہ پایہ تکمیل تک بھی نہیں پہنچتا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا نام لینا صحیح ہے، فرض کیجئے کسی کے نام کے اعداد کا مجموعہ ۴۲۰ ہو اور کوئی اسے نام کے بجائے مسٹر ۴۲۰ کہہ کر پکارے تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟ اسی طرح بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بسم اللہ کے اعداد ۷۸۶ نہیں بنتے، قمری حروف کی صورت میں ال لگا کر پڑھا جاتا ہے جب کہ شمسی حروف کے ساتھ ال لکھا تو جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا۔ الرحمٰن اور الرحیم میں قمری حروف کی صورت میں بسم اللہ کے اعداد کا مجموعہ ۱۱۸۸ بنتا ہے اور شمسی حروف کی صورت میں اس کا مجموعہ ۷۲۶ بنتا ہے یعنی کسی بھی صورت میں یہ مجموعہ ۷۸۶ نہیں بنتا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ۷۸۶ ہے کیا؟۔

غالب امکان یہ ہے کہ ۷۸۶ ہندوؤں کے بھگوان ہری کرشنا کے نام کے حروف کا مجموعہ ہے، حروف ابجد کے حساب سے اسی کے یہ اعداد نکلتے ہیں، برصغیر پاک وہند کے مسلمان سینکڑوں برس تک ہندوؤں کے ساتھ اکھٹے رہے ہیں، وہ ۷۸۶ استعمال کرتے ہوں گے۔ اس کی تشریح انہوں نے مسلمانوں کے سامنے غلط انداز میں کی ہوگی اور انہوں نے اس کو صحیح سمجھ کر ۷۸۶ کا استعمال شروع کر دیا۔ بسم اللہ کے لیے اس طرح کے اعداد کا استعمال درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اس لیے ان اعداد کے استعمال سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے''۔

مذکورہ بالا جواب میں مفتی صاحب نے اسے بالکل غلط اور باطل قرار دیا ہے اور اس کا رشتہ ہندومت سے جوڑ دیا ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' کے اعداد کا مجموعہ قمری حروف کے حساب سے 1186 بنتا ہے اور شمسی حروف کے حساب سے 726 بنتا ہے، 786 تو کسی صورت میں نہیں بنتا۔

اس جواب کو پڑھ کر بہت سے لوگ تشویش میں مبتلا ہیں، کیونکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بزرگان دین اسے اپنی تحریروں، خطوط اور تعویذات میں استعمال کرتے رہے ہیں اور اب بھی یہ روایت جاری ہے، لہٰذا گذارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلے کو حل کیجئے تا کہ ہم جیسے لوگوں کا اضطراب رفع ہو، (آثار اللہ، لیاقت آباد)۔

جواب:

سب سے پہلے تو یہ اطمینان کر لیجیے کہ 'بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ' کے اعداد کا مجموعہ ابجد کے حساب سے 786 ہی بنتا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

بسم=102......اللہ=66......الرحمٰن=329......الرحیم=289......میزان=786

قاعدہ یہ ہے کہ جو حروف مکتوب ہوتے ہیں ان کے اعداد کا حساب لگایا جاتا ہے، خواہ وہ شمسی ہوں یا قمری، تشدید کی صورت میں بھی چونکہ مکتوب ایک ہی حرف ہوتا ہے لہٰذا اس کے اعداد کو جمع کر لیا جاتا ہے، لفظ اللہ اور الرحمٰن پر کھڑی زبر بصورت حرف نہیں ہے بلکہ بصورت حرکت ہے، لہٰذا اس کا عدد بھی حساب نہیں آئے گا۔ ہمارے ہاں ایک المیہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی علم یا فن کا ماہر ہو یا نہ ہو، اس میں ٹانگ ضرور اڑاتا ہے، اور نہ صرف ماہرانہ رائے دیتا ہے بلکہ اپنی رائے کو حرف آخر سمجھتا ہے اور حجت قاطع قرار دیتا ہے اور اس معاملے سب سے زیادہ مظلوم اسلام اور شریعت ہے، بقولِ شاعر:

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

ابجد کے اصول کا عربی اصطلاحی نام ''جُمَل'' یا ''جُمَّل'' ہے۔

مفتی صاحب نے دوسری مغالطہ آرائی یا خود ساختہ اجتہاد یہ کیا ہے کہ 786 کے اعداد کو ہندوؤں کے بھگوان ''ہری کرشنا'' کے اعداد کا مجموعہ قرار دے کر اس سے ظاہر کیا ہے کہ یہ ایک مشرکانہ کلمہ ہے۔ اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ ''ہری کرشنا''، سنسکرت کا لفظ ہے، نہ کہ عربی کا اور ''جمل'' کا حساب عربی کا ہے اور اردو میں بعینہٖ عربی کے حروف مستعمل ہونے کی وجہ سے اسے اردو میں بھی اختیار کر لیا جاتا ہے، کیونکہ اردو کے اصل مآخذ عربی اور فارسی ہیں، سنسکرت میں تو جمل کے حساب کو جاری کرنے والے مفتی حسام اللہ شریفی صاحب پہلے فرد ہیں۔ اعتبار تو اسی رسم الخط کا ہوتا ہے، جس کا وہ کلمہ یا حرف ہے، سنسکرت کی تو ابجد (Alphabetic)، ان کا رسم الخط اور تلفظ بالکل جدا ہے، کسی ماہر سنسکرت سے ''ہری کرشنا'' لکھوا کر دیکھ لیجیے، اس کے بعض حروف کے مشابہ بحساب جمل ابجد کا کوئی بھی حرف نہیں ہے۔ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول بہت ہی کھینچ تان کر اعداد کو جوڑ بھی لیا جائے تو (یعنی سنسکرت کے ہری کرشنا کے اصل حروف) تو زیادہ سے زیادہ 436 بنتے ہیں، لیکن اگر کسی کو خواہ مخواہ مسلمانوں کا ہندومت سے رشتہ جوڑنے

یا اس سے متاثر قرار دینے کا شوق ہو تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اب دیکھیے! سنسکرت کے حروف تہجی بھ، پ، ٹ، ٹھ، جھ، چھ، دھا، ڈ، ڈھا، کھا، گ، گھا وغیرہ عربی میں کہاں ہیں اور جن ہندی یا سنسکرت کے الفاظ میں یہ حروف تہجی استعمال ہوں گے، ان کے اعداد کا حساب مفتی صاحب موصوف کیسے کریں گے، یا ان کے ''جمل'' کے نئے قواعد وضع کریں گے، کیا مفتی صاحب ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ سنسکرت یا ہندو مت میں جمل کا حساب رائج تھا۔

ہمارا یہ موقف کہ ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کے لیے 786 کا عدد اہل علم کے ہاں استعمال ہوتا رہا ہے، تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اس وقت میرے سامنے ایک ''علم المیر اث'' کا رسالہ ہے، جس کا نام ہے، ''مفید الوارثین مکمل'' اور یہ نام بھی ''جمل'' کے حساب سے رکھا گیا ہے، یعنی رسالے کا سنِ طباعت بھی 1349ھ ہے اور کتاب کے مذکورہ بالا نام کے اعداد کا مجموعہ بھی 1349 بنتا ہے، یہ رسالہ دارالاشاعت دیوبند، ضلع سہارنپور سے شائع ہوا ہے اور اس کے مصنف دارالعلوم کے ایک بزرگ نامی گرامی مدرس سید اصغر حسین ہیں، وہ کتاب کے صفحہ نمبر 232 پر لکھتے ہیں:

''ایک طویل کاغذ لے کر اس کی پیشانی پر ''ھوالباقی'' یا ''بسم اللہ'' لکھو، یا بسم اللہ کے اعداد 786 لکھو، وغیرہ۔

امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے نام بھی ''جمل'' کے حساب سے اعداد کے مطابق ہیں۔

باقی یہ امر مسلم ہے کہ ہر نیک اور اہم کام کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرنا چاہیے۔ اگر وہ کام کوئی اچھی تحریر، تصنیف یا خط و کتابت ہے تو اس کے شروع میں بھی ''بسم اللہ'' لکھنا مسنون، مستحب اور مستحسن امر ہے، اس سے اس کام میں بھی برکت پیدا ہوتی ہے اور اس تحریر میں بھی برکت ہوتی ہے، لیکن کسی تحریر یا خط کتابت کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اس وقت لکھا جائے جب یہ ظن غالب یا کم از کم ''مخاطب'' اور ''مکتوب الیہ'' کے بارے میں حسنِ ظن ہو کہ وہ اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں گے، اسے قدموں کے نیچے یا کسی ڈسٹ بن اور کوڑے دان میں نہیں پھینکیں گے اور اگر خدانخواستہ بے ادبی کا گمان یا یقین ہو تو پھر خط کتابت یا تحریر کے شروع میں بسم اللہ ہرگز نہ لکھی جائے بلکہ خط کتابت یا تحریر شروع کرنے سے پہلے زبانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے اور پھر لکھنا شروع کر دے۔ ہمارے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کفار کی بستی میں جانا ہو اور یقین یا ظن غالب ہو کہ قرآن مجید لے کر جائیں گے اور وہ ان کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اس کی بے حرمتی کریں گے تو پھر ایسی صورت حال میں قرآن مجید ساتھ لے کر نہ جائیں۔

یہ عقیدہ یا نظریہ کسی کا نہیں کہ بسم اللہ الرحمن لکھنے یا پڑھنے کے بجائے 786 کا عدد لکھا جائے یا پڑھ لیا جائے تو

بسم اللہ کا ثواب ملے گا، کیونکہ یہ عقیدہ اختیار کرنے سے سنت بسم اللہ کا ترک لازم آئے گا، جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔
تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب 786 بسم اللہ کا متبادل یا اس کے قائم مقام نہیں ہے تو لکھنے کا کیا فائدہ؟ آپ کو معلوم ہے کہ بعض کوڈ ورڈ (Code Words) یا اشاراتی الفاظ یا نشانات ہوتے ہیں، جو مسلح افواج سیکورٹی انجینئر اور بعض سراغ رسانی کے اداروں یا شعبہ جات میں استعمال ہوتے ہیں اور اس شعبہ سے وابستہ افراد کا ذہن ان کے سنتے ہی یا ان پر نظر پڑتے ہی ان معانی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ جن کے لیے انہیں وضع کیا گیا ہے، تو اگر خط یا تحریر کے شروع میں 786 کا عدد لکھا ہو اور اس پر نظر پڑتے ہی قاری کا ذہن بسم اللہ کی طرف منتقل ہوجائے اور وہ فوراً بسم اللہ الرحمن پڑھ لے۔ تو یہ بھی بہت بڑا فائدہ ہے، بے ادبی سے بھی بچ گئے اور سنتِ بسم اللہ کا اجر بھی پالیا۔ یہ تو طے ہے کہ 786 کا لکھنا کسی کے نزدیک بھی واجب یا سنت کے درجے میں نہیں ہے اور اس کے ترک سے کوئی شرعی خرابی لازم نہیں آتی، لیکن اگر اس پر نظر پڑتے ہی بندے کا ذہن متوجہ ہوجائے اور وہ بسم اللہ پڑھ لے تو یہ اس جہت سے ایک مستحسن امر ہوگا۔
یہ مسئلہ کہ اعداد میں کوئی تاثیر ہے یا نہیں؟ میری نظر میں اس کے لئے کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سمیت دیگر متعدد مسلمہ اکابر امت تعویزات میں ان کا استعمال کرتے رہے ہیں اور ہمارا ان سب اکابر امت کے بارے میں حسنِ ظن ہے کہ یہ کسی خلافِ شرع امر پر مجتمع نہیں ہو سکتے اور حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: ''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِی عَلٰی ضَلَالَةٍ''، ترجمہ: '' میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی، (جامع بیان العلم وفضلہ: 1404)''۔

fb.com/ilmetauqeet

تو اتر وتوارث کے ساتھ اکابر وصلحائے امت کا عمل یہ بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل مجرب ہے۔
ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ جمل یا ابجد یا حروف کے اعداد کا تصور مسلمانوں میں کب سے متعارف تھا، تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ مسلمان عہدِ رسالت میں بھی اس سے آشنا تھے۔ چنانچہ علامہ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی 685 نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر انوار التنزیل میں الم کی بحث میں یہ حدیث نقل کی ہے:
''اَوْاِلٰی مَدَدِ اَقْوَامٍ وَاٰجَالٍ بِحِسَابِ الْجُمَلِ کَمَا قَالَہٗ اَبُوالْعَالِیَۃِ مُتَمَسِّکًا بِمَا رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمَّا اَتَاہُ الْیَھُوْدُ تَلٰی عَلَیْھِمْ الٓمّٓ اَلْبَقَرَۃَ، فَحَسَبُوْہُ وَقَالُوْا کَیْفَ نَدْخُلُ فِیْ دِیْنٍ مُدَّتُہٗ اِحْدٰی وَسَبْعُوْنَ سَنَۃً؟، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، فَقَالُوْا ھَلْ غَیْرُہٗ، فَقَالَ الٓمّٓصٓ الٓرٰ، الٓمّٓرٰ وَغَیْرُہٗ، فَقَالُوْا خَلَطْتَ عَلَیْنَا فَلَا نَدْرِیْ بِاَیِّھَا نَاْخُذُ''۔
ترجمہ: ''یا بعض سورتوں کے شروع میں مذکور ان حروف مقطعات سے بحساب جمل بعض قوموں کی بقا کی میعاد کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ ابوالعالیہ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ''الٓمّٓ، البقرۃ'' پڑھ کر سنائی تو انہوں نے حساب لگایا اور کہا کہ ''ہم ایسے دین میں کیسے دخل ہوں، جس کی

کل مدت ہی 71 سال ہے''۔تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے، تو اس پر یہود نے پوچھا: ''کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے''؟، پھر آپ نے المص، الر، المر، وغیرہ دیگر ایسی آیات پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہ کہا: آپ نے معاملہ ہم پر مشتبہ کر دیا، اب ہمیں سمجھ نہیں آ رہا کہ ہم ان میں سے کسے بنیاد بنا کر حساب لگائیں''۔

اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا یہود کے اس استدلال کو رد نہ کرنا (یعنی جمل کا حساب لگانا) اور اسے ثابت وقائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک اصولی طور پر حساب لگانا خلافِ شرع نہیں ہے''۔

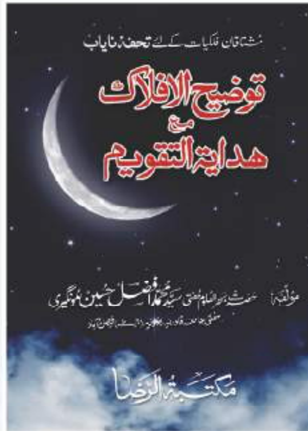
گویا یہ حدیثِ تقریری ہے۔ ہمیں اصل کتبِ حدیث میں یہ حدیث نہیں ملی، لیکن بیضادی کے محشی شیخ حبیب الرحمن کاندھلوی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اسے تاریخ البخاری میں روایت کیا ہے۔ اس پر اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جمل کا حساب تو اپنی اصل کے اعتبار سے عربی نہیں ہے، لیکن بعض اوقات غیر عربی کوئی چیز جب اہل عرب میں متعارف ومشہور ہو جائے، تو اسے قبول کر کے عربیت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کئی عربی الفاظ (جیسے مشکوٰۃ، سجیل، قسطاس) کو معرب کر کے عربی میں داخل کر دیا گیا ہے اور قرآن نے انہیں استعمال کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

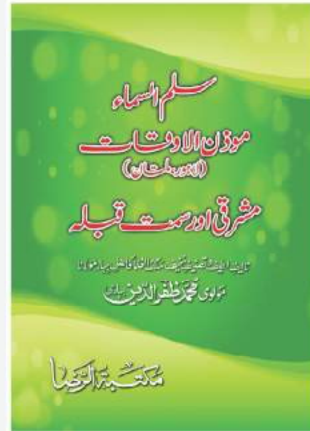
(۱) إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ قُرۡءَٰنًا عَرَبِيّٗا۝ ترجمہ: ''ہم نے اسے (قرآن کو) عربی میں نازل کیا ہے، (یوسف:3)''۔

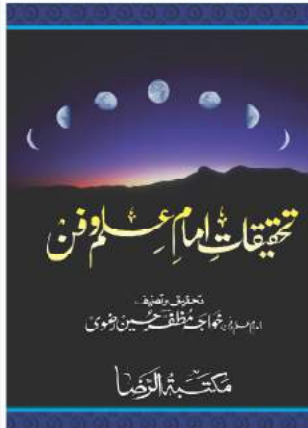
(۲) وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيّٞ مُّبِينٌ۝ ترجمہ: ''اور یہ واضح عربی زبان ہے، (النحل:103)''۔

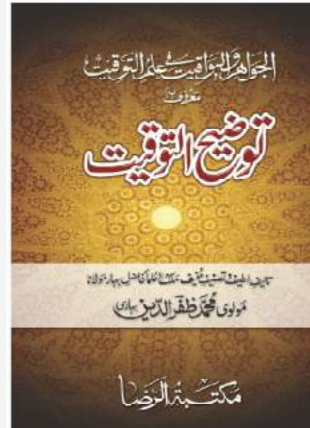
(تفہیم المسائل: جلد 2 صفحہ 349 تا 355)











fb.com/ilmetauqeet

0332-3531226
/ilmetauqeet
ilmetauqeet@gmail.com

